ولقد آتیناک سبعا من المثانی والقرآن العظیم

ترجمہ

ھدی للمتقین

الحمد للہ

حضرت بحر العلوم استاذ المفسرین شیخ المحدثین ناصر الملۃ والدین

علامہ محمد عبد القدیر صدیقی حسینی حسرت مدظلہ العالی دام فیضہ

الی مر الایام واللیالی

باہتمام الراجی الی حضرت القدیر الغنی الفقیر مفتی واصل یزدانی عرف احمد پاشا قادری

سنہ ۱۳۵۹ھ

طبع بار اول

قیمت ۲/

مطبوعہ شمس الاسلام پریس چھتہ بازار

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی سیدنا
محمد سید المرسلین و علی آلہ اجمعین الی یوم الدین

سورۂ ام القرآن شافیہ کافیہ ہے تمام قرآن مجید کا خلاصہ ہے۔ جب مجھ سے
اس کی تفسیر لکھی میرے دل نے یہ چاہا کہ جن لوگوں کو شبہے ہوں یا جو اہل ہیں
دورِ جدید کی ہوا نئی ہوا سے میرا دل مضطرب تھا بے قرار تھا یہی سوجھی کہ سورۂ فاتحہ
کی تفسیر لکھو اور اپنے دل کے احساسات اور نئے زمانے کے سوالات و جوابات کو پیش
کر دو۔ ممکن کہ کوئی سلیم الطبع شخص اس رسالہ کو دیکھے اور شارعِ شریعت میں اس کو شمع
کا کام دے۔ سورۂ فیل تک تفسیر لکھی گئی ہے کیونکہ نماز میں اکثر یہی سورتیں پڑھی جاتی
ہیں۔ تفسیر سورۂ فاتحہ کو میرے دوست مولوی حاجی محمد الیاس نے سنا
اس کا نام الحمد للہ رکھا۔ الحمد للہ۔

فقیر
محمد عبد الصمد صدیقی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

اَعُوْذُ - میں پناہ لیتا ہوں - عَاذَ یَعُوْذُ مِثل قَالَ یَقُوْلُ -

بِاللّٰہِ - ب سے - ساتھ - یہ حرف جر ہے - یہ جس اسم پر آتا ہے اس کو کسرہ دیتا ہے اس لئے لفظ اللہ کے آخر زیر ہے -

مِنَ الشَّیْطٰنِ - من - سے - یہ بھی حرف جر ہے - اس لئے شیطان کے آخر زیر ہے

شَیْطٰن - رحمت الٰہی سے دور - شریر - سرکش -

شَطَن کے معنے بُعد کے ہیں - بڑے شیطان کا نام ابلیس ہے -

اَلرَّجِیْمِ - دُھتکارا ہوا - جس پر پھٹکار ہوئی ہو -

رَجْم - پتھر پھینکنا -

ترجمہ :- میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں مردود پھٹکارے ہوئے شیطان سے -

استعاذہ کے متعلق چند امور قابل یادداشت ہیں -

(۱) شیطان میں اور ہم میں قدیم آبائی دشمنی ہے جب اس نے بابا آدم کو وسوسے ڈال کر جنت سے نکالا تو کیا ہم کو سہولت سے جنت میں جانے دیگا ؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں آدم علیہ السلام اور شیطان کا قصہ بار بار آیا ہے -

(۲) شیطان پڑھا لکھا تعلیم یافتہ دشمن ہے۔ اس کے شر سے بچنا مشکل کام ہے
(۳) شیطان نظر نہیں آتا۔ گھات میں بیٹھا کام کر رہا ہے۔
(۴) آدمی اسی وقت استعاذہ کرتا ہے، کہ خود کو کمزور، شیطان کو قوی دشمن۔
اور اللہ کو قادر و توانا سمجھتا ہے۔ جو آدمی کو شیطان کے شر سے بچاتا ہے۔
(۵) آدمی کو جب اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے، تو تضرع و انکسار پیدا ہوتا ہے۔
جو عبدیت کی جان ہے۔
(۶) دشمن بھی پناہ میں آجاتا ہے، تو اس کو تکلیف نہیں دیجاتی جب ہم اللہ تعالےٰ
کی پناہ میں آجائیں گے۔ تو وہ ہمارے تمام کام درست کر دیگا۔ شیطان سے بھی
بچائے گا۔ اور دیگر مضر چیزوں سے بھی بچائے گا۔
(۷) شیطان، درگاہ الٰہی کا کتا ہے۔ کسی کو محل شاہی میں گھسنے نہیں دیتا۔ تم اس کے
آقا کو پکارو، جو ہمارا بھی آقا ہے۔ مالک! یہ کتا تیرے دربار میں داخل ہونے
ہم کو روکتا ہے۔ تو اس کو ڈانٹ دے۔ مالک ڈانٹ دیگا، تو کتا ہٹ جائیگا
اور ہم اس کی درگاہ میں داخل ہو سکیں گے۔
دیکھو! اپنی قوتوں پر، اپنی عقلمندی و ہوشیاری پر نہ بھولو۔ ہمیشہ اللہ تعالےٰ
کے دامن رحمت میں چھپے رہو ع دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست۔
ع دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔
جب قرآن شریف پڑھو، تو پہلے اعوذ پڑھو۔ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ جب قرآن پڑھو تو شیطانِ رجیم کے شر سے اللہ سے پناہ مانگو۔ اِسْتَعِذْ امر ہے۔ حکم الٰہی ہے اور وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا بھی ضرور ہے۔ اگر درمیانی آیت ہے سورے کی ابتدا نہیں ہے، تو اعوذ پڑھنا واجب ہے اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھنا بہتر ہے۔

۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

با۔ کے معنے سے۔ ساتھ قسم کے ہیں۔ یہ حرف جر ہے لہٰذا اسم کے آخر میم کو جر یعنے زیر آیا۔

اِسْمٌ۔ نام۔ یہ لفظ اصل میں سِمْوٌ تھا۔ اس پر اسم کی تصغیر سُمَیٌّ اور جمع اَسْمَاءٌ وَاَسَامِی دلالت کرتے ہیں۔ عربی زبان میں بعض کلمات کی ابتدا میں سکون ہے چونکہ بغیر حرکت کے پڑھا نہیں جاتا۔ لہٰذا ان کے ساتھ ہمزۂ وصل لاتے ہیں۔ جو وصل اور ملانے کی حالت میں گر جاتا ہے۔ جیسے بِسْمِ اور فصل وابتدا کی صورت میں ہمزۂ وصل لگا دیا جاتا ہے جیسے اِسْمٌ ایسے کلمات میں سے چند مشہور یہ ہیں۔ اِسْمٌ۔ اِبْنٌ۔ اِبْنَۃٌ۔ اِنْفَعَلَ۔ اِفْتَعَلَ اِسْتَفْعَلَ۔ سُمُوٌّ کے معنے علو وظہور کے ہیں۔ یُقَالُ سَمَا یَسْمُوْ اِذَا عَلَا وَظَھَرَ۔ اسم ونام سے چیز معلوم وظاہر ہوتی ہے۔

اسماء وصفات وذات میں کیا فرق ہے؟

ذات :- وہ مستقل شئے، جو مرجع صفت ہوتی ہے۔ جیسے سفید کاغذ سفید کا مرجع کاغذ ہے۔ سیاہ قلم۔ سیاہ کا مرجع قلم ہے۔ ذات ذو کا مؤنث ہے۔ اس کی اصل یہ ہے حَقِیقَةٌ وَمَاهِیَّةٌ ذَاتُ صِفَاتٍ یعنے حقیقت وماہیت جو صفات سے موصوف اور ان کا مرجع ہے۔

صفت :- وہ غیر مستقل شئے، جو مستقل شئے میں ہوتی ہے۔ سپیدی غیر مستقل معنے ہے جو مستقل کاغذ میں پائی جاتی ہے۔

اسم :- ذات وصفت کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ جیسے رَحْمٰن صاحب رحم وہ ذات جو رحم رکھتی ہے۔ پس اللہ ذات ہے۔ رحم صفت ہے۔ اور رَحْمٰن وَرَحِیم اسماءِ الٰہیہ ہیں۔ اَللّٰہُ اصل میں اَلْاِلٰہُ تھا۔ جیسے اَلنَّاسُ اصل میں اَلْاُنَاسُ تھا۔ الف کو گرا کر ادغام کر دیا گیا۔ اَللّٰہُ اور اَلنَّاسُ ہوا۔

اِلٰہٌ۔ معبود۔ یہ لفظ کس مادّے سے مشتق ہے؟ اَلِهْتُ اِلٰی فُلَانٍ اَیْ سَکَنْتُ اِلَیْہِ سے۔ مجھے اس سے تسکین ہوتی ہے۔ ہر شخص کو اپنے معبود کی طرف رجوع کرنے سے تسکین ہوتی ہے یا لَاہَ اِذَا ارْتَفَعَ سے کیونکہ معبود کا مرتبہ بندوں سے اعلیٰ وارفع ہوتا ہے یا لَاہَ یَلُوہُ اِذَا احْتَجَبَ سے مشتق ہے معبود کی حقیقت بندوں کے وہم وگمان سے محجوب وپوشیدہ ہے۔

ے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم   وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدند و خواندہ ایم

ماخوذ ہے اَلِہَ الرَّجُلُ یَاْلَہُ سے جب کوئی آفت نازل ہو۔ اور

می گھبرا جائے۔ فَاَلھَہُ پھر اس نے پناہ دی۔ یعنے معبود ہی تمام آفات

عداء سے پناہ دینے والا ہے۔ یا اس کا اشتقاق اَلِہَ اَلفَصِیْلُ اِلیٰ

ئہ سے ہے۔ یعنے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کی طرف بے قرار ہو کر دوڑا۔

ی طرح جب ہر طرح سے، ہر جگہ سے آفات سے سابقہ پڑتا ہے، تو اس

ت خدا یاد آتا ہے اور آدمی خیال کرتا ہے، کہ کوئی زبردست قوت ضرور ہے

ان سب پر غالب آسکتی ہے۔ اور یہیں سے خدا کی طرف راستہ نکلتا ہے خود

نت بھی جب آفات سے پریشان ہوتے ہیں اور سب طرف سے مایوسی

ل ہوتی ہے، تو حضورِ قلب سے اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نیک لوگ

ش حالی ہی میں شکر کرتے ہیں۔ اس کی یاد کرتے ہیں اور تنگدستی و پریشانی

یں صبر کرتے اور اللہ سے دعا اور اس کی طرف تضرع اور زاری کرتے ہیں

للہ۔ علَم ہے نام ہے۔ ذاتِ برحق، مالکِ مطلق کا جس میں تمام

الات ہیں۔ جس کے تمام صفات اچھے ہیں۔ سچ پوچھو، تو کہیں سے کوئی

ت۔ کوئی حسن و خوبی نظر آتی بھی ہے، تو اللہ ہی کا پرتوِ جمال و کمال ہے

ایک دفعہ اللہ کا لفظ کہا جاتا ہے، مقابل صفات کے مثلاً اَللّٰہُ

رَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور وہ اسم ذات ہوتا ہے۔

ایک دفعہ اللہ کا لفظ بندے کے مقابل کہا جاتا ہے اور اس وقت اس سے ذاتِ جامع صفاتِ کمالیہ مراد ہوتی ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ اَلرَّحْمُ اَلْعَطْفُ وَالْمَیْلُ ۔ رحم کے معنی ہیں جھکنا۔ مڑنا مائل ہونا۔ اَلرِّحْمُ وہ جھلّی جو بچے کو لپٹی رہتی ہے۔ عربی میں الفاظ کی زیادتی معنے کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ لہذا رحمٰن میں بہ نسبت رحیم کے عمومیتِ رحم ہے۔ تمام چیزوں کو بغیر کسی عمل کے مقابلہ کے نیست سے ہست کرنا۔ رحمانیت اور رحمتِ امتنانی کہلاتا ہے۔ پیدا کرنے کے بعد بندے کام کرتے ہیں تو اس کے نتائج عطا کرنا، رحیمیت اور رحمتِ وجوبی کہلاتا ہے۔ رحمانیت دنیا میں مسلم و کافر سب کو پرورش کرتی ہے۔ رحیمیت آخرت میں مسلمانوں پر رحمتِ خاص کا جلوہ فرمائے گی۔ جس میں غیر مسلم شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ اسماء کو پیدا کر کے اب بیکار نہیں ہو گیا ہے۔ بلکہ ہر آن و ہر لحظہ وجود بخشتا جاتا ہے۔ ہر شئے، ہر آن ذاتِ حقہ کی طرف محتاج ہے۔ وہ سب کا قیوم ہے۔ محتاج الیہ ہے۔ عالم کو اس طرح وجود بخشتے رہنے کو نفسِ رحمانی کہتے ہیں۔ اس کے رحمِ عام و کلی سے ہر ایک کو جو کچھ ملتا ہے، وہ رحیمیت کا اقتضاء ہے۔

صاحبو! اس نے رحمِ عام و رحمانیت کے لحاظ سے فرمایا۔ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

دنیاوی فوائد ہوں یا اُخروی مراتب اُن کے حاصل کرنے کے قواعد سیکھو محنت کرو۔ وہ رحیمیت کے لحاظ سے تم کو تمہارے علم و عمل کے نتائج عطا فرمائے گا۔ حیاتِ دنیا کے مناسب کام کرو۔ تو اسی کے نتائج دیگا۔ حیاتِ آخرت کے مناسب کام کروگے، تو اس کے نتائج و ثمرات عطا فرمائے گا۔

علم و عمل کی دنیا ہے غفلت باعثِ ذلت ہے

اب رہ گئی یہ بات کہ اللہ (رحمٰن و رحیم) کے نام کے ساتھ کیا کام منسوب کیا جاتا ہے؟ اور کون سا فعل مقدر ہے اَبْتَدِأُ اَوْ اَشْرَعُ یعنی میں اللہ کے نام کے ساتھ ابتدا کرتا ہوں۔ یا جو فعل کیا جاتا ہے۔ وہی مقدر کیا جاتا ہے مثلاً کھانا کھانے والا مقدر کریگا۔ اٰکُلُ (میں کھانا کھاتا ہوں) گھر میں داخل ہونے والا اَدْخُلُ (میں داخل ہوتا ہوں) مقدر کریگا۔ اسی طرح دوسرے افعال کا حال ہے۔

اَبْتَدِأُ بِسْمِ اللّٰہِ یا بِسْمِ اللّٰہِ اَبْتَدِأُ یعنی اَبْتَدِأُ قبل مقدر کیا جاتا ہے کیونکہ کفار۔ بِسْمِ اللّٰاتِ وَالْعُزّٰی کہتے تھے۔ مسلمان اس کی تردید کرتا ہوا بِسْمِ اللّٰہِ اَبْتَدِأُ کہتا ہے۔ یعنی اللہ ہی کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، نہ کہ کسی اور کے نام کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ جار و مجرور کو اَبْتَدِأُ کے بعد آنا چاہیئے تھا۔ پہلے لانے سے حصر کے معنے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کو تقدیم ماحقہ التاخیر کہتے ہیں جو حصر کا فائدہ دیتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ مستقل آیت ہے یا نہیں ؟ مستقل آیت ہے سورتوں میں فصل کرنے کے لئے اتری ہے ۔

کیا بسم اللہ جزء سورۂ فاتحہ ہے یا نہیں ؟

شوافع کے پاس جزء سورۂ فاتحہ ہے لہذا وہ اس کو جہر سے، پکار کر پڑھتے ہیں احناف کے پاس جزء سورۂ فاتحہ نہیں ہے لہذا وہ اَعُوذُ کی طرح بِسْمِ اللّٰہِ کو بھی سِرًّا یعنے آہستہ پڑھتے ہیں ۔ اسی طرح اٰمِین کو بھی آہستہ پڑھتے ہیں ۔ جو جزء سورۂ فاتحہ نہیں ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔ تعریف اللہ ہی کی ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا ہے ۔ الف ۔ لام یا لام (اَلْ) کتنے قسم پر ہے اور یہاں کس قسم کا ہے ؟

(۱) عہد خارجی جو پہلے سے معلوم ہو جیسے اَلرَّجُلُ وہ مرد جس کو تم پہلے سے جانتے ہو ۔

(۲) عہد ذہنی ۔ ایک غیر معین فرد جیسے اُدْخُلِ السُّوْقَ ۔ بازار جاؤ یعنے کسی ایک بازار میں جاؤ ۔

(۳) استغراق ۔ تمام افراد ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بے شک تمام انسان نقصان میں ہیں مگر جو صاحبِ ایمان ہیں۔

(۴) جنس جیسے اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِنَ الْمَرْأَۃِ۔ مرد کی جنس عورت کی جنس سے بہتر ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لام استغراق ہے یعنے تمام حمدیں اللہ ہی کی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ لام جنس ہے یعنے ماہیتِ حمد، جنسِ حمد، اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے جب جنسِ حمد، ماہیتِ حمد، اللہ تعالیٰ میں منحصر ہے تو دوسرے کے لئے رہا کیا؟ لہٰذا یہاں لامِ جنس، لام استغراق سے بھی زیادہ قوی ہوا۔

حمد۔ مدح، شکر، قریب قریب معنے کے لفظ ہیں۔ مدح تعریف اختیاری چیز پر ہو یا غیر اختیاری پر۔ نعمت کے مقابل ہو یا نہ ہو۔ جیسے مَدَحْتُ اللُّؤْلُؤَ عَلٰی صَفَائِہٖ۔ میں نے موتی کی تعریف اس کی آب پر کی۔ حمد۔ زبان سے کسی اختیاری کام پر ثنا و تعریف کرنا۔ خواہ نعمت کے مقابل ہو یا نہ ہو۔ جیسے حَمِدْتُ زَیْدًا عَلٰی طَھَارَۃِ نَسَبِہٖ وَحَسَبِہٖ وَجَمِیْلِ اَقْوَالِہٖ وَاَعْمَالِہٖ وَجُوْدِہٖ وَسَخَائِہٖ وَشَجَاعَتِہٖ وَوَفَائِہٖ میں نے زید کی تعریف کی اس کے نسب وحسب کی پاکیزگی پر۔ اور اقوال واعمال کی خوبی اور اوسکی جُود و سخا اور شجاعت ووفا پر۔

شکر۔ نعمت کے مقابل ہوتا ہے۔ مگر دل سے، زبان سے، دست و پا سے بھی ہو سکتا ہے مثلاً کسی نے تم کو کوئی چیز دی، اور تم نے اس کے بعد اس کو

سلام کیا۔ یہ سلام بھی شکر ہی ہے۔

یہ حصر کے معنی کہاں سے پیدا ہوئے؟ اگر مبتدا پر لام نہ ہو اور خبر پر لام ہو تو خبر مبتدا میں منحصر اور اس سے خاص ہو جائیگی۔ جیسے زَیْدٌ هُوَ الْقَائِمُ زید ہی قائم ہے۔ قیام زید کے ساتھ خاص اور اسی میں منحصر ہے۔ اگر صرف مبتدا پر لام ہو یا مبتدا و خبر دونوں پر لام ہو تو مبتدا خبر میں منحصر ہو گی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حمدُ اللہ میں منحصر اور اس سے خاص ہے۔

صاحبو! ذرا غور کرو۔ وجود اگر تمہارا ذاتی وصف ہوتا۔ تو تم سے کبھی دُور نہ ہوتا۔ مگر تم سو سال پہلے کب تھے؟ اور سو سال بعد کب رہو گے۔ تمہارا وجود تو دو عدموں کے بیچ میں ہے لہٰذا وجود تمہارے لئے ذاتی صفت نہیں جب ذاتی صفت نہ ہوا، تو تمہارا وجود بالعرض ہوا۔ تمام کمالات، تمام صفات وجود ہی کی تفصیل ہیں۔ جب تمہارا وجود ہی بالعرض ہے، تو دوسرے کمالات بالذات کس طرح ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا تمام محامد و مدائح ذاتِ حقہ خداوندی کے لئے بالذات اور اسی میں منحصر ہیں۔ چودھویں رات کا چاند لاکھ چمک دمک دکھلائے، مگر جاننے والا خوب سمجھتا ہے۔ کہ یہ تمام تعریف آفتاب جہاں تاب ہی کی ہے جو نور بخش ہے اور اپنی پرتوِ ضیاء و تابش سے قمر کو منور کیا ہے۔ اے قمر! تو وہی سیاہ رو ہے، جو کسوف و خسوف کے وقت نظر آیا تھا۔

لِ۔ واسطے۔ کے لئے۔ یہ بھی حرف جر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ اللہ کے،

آخر ھا کو زیر ہے۔ اللّٰہ کے لفظ کی تحقیق بِسْمِ اللّٰہِ کی تفسیر میں ہو چکی۔

رَبٌّ۔ رَبَّ۔ یَرُبُّ۔ رَبًّا۔ پالنا۔ پرورش کرنا۔ شئے کو اس کے کمال کی طرف رفتہ رفتہ پہنچانا۔

رَبٌّ اصل میں مصدر ہے۔ پروردگار۔ پالنے والے پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ بولا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفات کے متعلق کچھ بحث پہلے آچکی ہے۔ کچھ یہاں بھی کہی جاتی ہے۔ صفات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) انضمامی (۲) انتزاعی۔

انضمامی، وہ صفت، جو خارج میں موصوف کے وجود کے سوا ایک قسم کا کمزور وجود رکھتی ہے جو موصوف سے وابستہ رہتا ہے مستقل طور پر پایا نہیں جا سکتا۔ جیسے دیوار میں سفیدی سفیدی عارض ہوتی ہے، تو دیوار سفید کہلاتی ہے۔ سیاہی لاحق ہوتی ہے، تو دیوار سیاہ کہلاتی ہے۔

انتزاعی۔ وہ صفت، جو خارج میں وجود نہیں رکھتی۔ مگر خارج میں موصوف اس صفت کا منشا، اس طرح واقع ہوتا ہے، کہ اس سے صفت انتزاعی سمجھی جاتی ہے۔ جیسے آسمان سے اوپر ہونا۔ اور زمین سے نیچے ہونا سمجھا جاتا ہے

وجود عین ذاتِ حقہ ہے یعنے خارج میں بالذات صرف خدائے تعالےٰ ہے اس کے سوا جو کچھ ہے بالعرض ہے۔ لہذا صفات آلہی سب انتزاعی ہیں۔ نہ خدائے تعالیٰ کے سوائے ہیں۔ نہ انضمامی ہی کی طرح ہیں۔ کیونکہ انضمامی کو

خارج میں وجودِ موصوف کے سوا ایک قسم کا ضعیف وجود صحیح، مگر رہتا ضرور ہے۔
اس سے معلوم ہو گیا، کہ صفاتِ الٰہی، منشا اور منتزع عنہ کے لحاظ سے
عینِ ذات ہیں۔ اور بعدِ انتزاع، سمجھنے میں جدا جدا۔ مُحیی کے معنے اور ہیں اور
مُمیت کے معنے اور۔ اللہ کے معنے ان سب سے جدا ہیں۔ جو ان سب کا
موصوف ہے۔ اسی بات کو اس طرح بھی کہتے ہیں کہ صفاتِ الٰہی لا عین
ہیں اور لا غیر۔

اللہ کے بعض اسماء وجودی ہیں۔ اثباتی ہیں جیسے حَیٌّ۔ عَلِیْمٌ۔ قَدِیْرٌ
بعض عدمی و سلبی ہیں۔ جن سے ذاتِ الٰہی کا عیوب مخلوقات سے پاک ہونا
ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے سُبُّوْحٌ۔ قُدُّوْسٌ۔ صَمَدٌ۔ بے نیاز غنی۔ بے احتیاج
بعض صفات حقیقی اضافی ہیں جیسے عَلِیْمٌ کہ ہے تو وجودی و حقیقی صفت
مگر اس کو معلوم کی طرف اضافت و نسبت بھی ہوتی ہے بعض صفات اضافی
محض ہوتے ہیں جیسے اَوَّلٌ وَ آخِرٌ۔

اللہ کے نام کے ساتھ رب کی صفت اس لئے بیان کی گئی۔ کہ کہیں
تم یہ نہ سمجھو کہ پیدا ہونے کے بعد اب ہم آزاد ہیں۔ جو چاہتے ہیں، کرتے ہیں۔
نہیں۔ تم جس طرح پیدا ہونے میں اس کے محتاج تھے، اب بھی ہر آن ہر لحظہ
اسکی امداد کے۔ اس کی پرورش کی طرف محتاج ہو۔ تمہارے صفات اس کے
کمالات کی طرف محتاج ہیں۔ اس دائمی امداد کو نفسِ رحمانی کہتے ہیں۔

جس طرح چراغ روشن رہتا ہے، تو ہر آن تیل امداد کرتا ہے، یہ شعلہ بظاہر قائم نظر آتا ہے، مگر حقیقۃً ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے اور تیل اس کو تازہ وجود عطا کرتا ہے۔ اسی طرح ماسوا اللہ فنا ہوتے جاتے ہیں، اور نفسِ رحمانی سے تازہ وجود پاتے ہیں۔ اس کو تجددِ امثال کہتے ہیں:-

عَالَمِیْنَ۔ تمام جہان۔ جمع عالم کی۔

عَالَمْ۔ ماسوا اللہ۔ مخلوق۔ بندہ۔

خَاتَمْ۔ انگوٹھی۔ جس سے ختم، یعنے مہر کرتے۔ اور خط کو ختم و تمام کرتے ہیں۔ قَالَبْ۔ سانچا جس سے اینٹ بناتے اور اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح عَالَمْ۔ جہان۔ ذریعۂ علم۔ جس کی عدمِ ذاتی پر غور کرنے سے اللہ کی معرفت کی طرف راستہ نکلتا ہے ؎

برگ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

عَالَمْ کی جمع عَوَالِمْ بھی ہے، اور عَالَمِیْنَ بھی عَالَمِیْنَ ذوی العقول کی جمع ہوتی ہے۔ ذوی العقول کی فضیلت کی وجہ سے، ان کو غالب بنا کر جمع کی گئی۔ ورنہ عالمِ انسان۔ عالمِ ملائکہ۔ عالمِ جن۔ عالمِ حیوان۔ عالمِ نبات عالمِ جماد۔ سب عالم ہی ہیں۔

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ سے نکلتا ہے۔ کہ کوئی بندہ، کسی بندہ کا رب نہیں ہے۔ چاند، سورج ہوں یا حضرت عزیرؑ، حضرت عیسیٰؑ ہوں۔ رام چندر جی مہا

کرشنا جی، سب اللہ کے بندے تھے۔ اس کے مخلوق تھے۔ اس کی طرف محتاج تھے۔ کسی زندے کو بھی پالنے والا کہتے ہوئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ یہ سب بالعرض نسبتیں ہیں۔ حقیقی رب ایک ہی ہے۔ اس سے غفلت نہ کرنی چاہیئے
رَبِّيْ وَرَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ میرا بھی پروردگار اور تمام جہانوں کا بھی پروردگار اللہ ہی ہے۔ ایک اور بات قابلِ یادداشت ہے صفت کا صیغہ جب حال اور استقبال کے معنی میں رہتا ہے تو اضافتِ لفظی ہوتی ہے۔ جو مفیدِ تعریف نہیں ہوتی۔ معرفہ کی صفت ہو، تو اس پر لام آتا ہے جیسے زَيْدُ الضَّارِبُ عَمْرٍ۔ عمر کا مارنے والا زید ہی ہے جب صفت کا صیغہ کسی زمانے سے مقید نہیں ہوتا۔ بلکہ دائمی واستمراری رہتا ہے۔ تو اضافتِ حقیقی ہوتی ہے اور مفید تعریف۔ جیسے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اللہ کی ربوبیت، پرورش دائمی ہے کسی زمانے سے مقید نہیں۔ لہذا اس پر لام نہیں آیا۔ پس وہ مفیدِ تعریف اور اللہ کی صفت ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اس سے پہلے کی آیت میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ ہر چیز کو، ہر شخص کو، اس کے کمالِ ذاتی تک پہنچاتا ہے

وہی نمایاں ہوتا ہے	جس کی جیسی فطرت ہے
دیتا ہے ہر ایک کو حکیم	جس میں جیسی لیاقت ہے
جو ہوتا ہے اچھا ہے	اپنی اپنی قسمت ہے

حسرت صدیقی

مگر یہ تربیت، کیا اضطراراً ہے؟ کیا مجبوراً ہے؟ جیسے آفتاب کے اثر سے پانی بخار بن کر اڑتا ہے۔ بادل بنکر پھیلتا ہے۔ زمین پر برستا ہے۔ نہ آفتاب اس کا خلاف کر سکتا ہے۔ نہ بادل۔ پھر زمین درخت اور پودے اُگاتی ہے۔ غلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان کھاتا ہے۔ مگر ان میں سے کسی کو علم نہیں۔ ارادہ نہیں سب اپنے اپنے کام میں مضطر ہیں۔ بے اختیار ہیں۔ اللہ تعالےٰ مضطر نہیں۔ بے اختیار نہیں۔ اس کی پرورش اس کے رحم عام و رحم خاص پر مبنی ہے۔

کیا اللہ تعالےٰ تمام چیزوں کی تربیت فرماتا ہے تو اپنی ذاتی غرض کیلئے یا اس کو صرف ہماری بھلائی مقصود ہے۔ اپنی ذات کے فائدے کے لئے جو کام ہوتا ہے، اس کو غرض کہتے ہیں۔ اور دوسروں کو فیض رسانی کے باعث کام کرنا رحم کا تقاضا سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کامل و مکمل ہے صمد اور بے نیاز ہے اس کو کسی کی حاجت نہیں۔ اس کے افعال مبنی بر غرض نہیں۔ سب کی بنا، اس کی رحمانیت و رحیمیت پر ہے۔

اس کے رحم عام نے تمہارے لئے تمام اسباب، تمام مواد پیدا کر دیئے ہیں۔ تم اس سے فائدہ حاصل کرنے کا طریقہ اور قانون سیکھو۔ اور نئے نئے قانون دریافت کرو۔ انکشاف کرو۔ وہ تمہارے اعمال کے نتائج عطا کرنے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ حیات دنیا کے مناسب کام کرو۔ تو اس کے نتائج عطا فرمائیگا۔ حیات اُخروی کے مناسب کام کرو تو اس کے نتائج بھی عطا کرے گا۔

تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھو۔ اپاہج بنکر رہو۔ نہ علم سیکھو نہ ہنر۔ اور تمہارے دشمن علم و ہنر سیکھیں۔ عمل و محنت کریں۔ تو وہ تو رب العالمین ہے سب کا خدا ہے۔ ان کی محنت کا ثمرہ عطا کرے گا۔ اور اپنی رحیمیت سے فیضیاب کریگا۔ تم مغلوب ہو جاؤ گے مفلس اور ذلیل ہو کر رہو گے۔ اگر تمہارا عقیدہ اچھا ہے نماز و روزے کے پابند ہو، تو اس کا نتیجہ تم کو کل ملے گا۔ آخرت میں ملے گا۔ آج کے لئے بھی تو کام کرو۔ دنیا عالم اسباب ہے۔ اللہ نے عقل دی ہے۔ ہاتھ پیر دیئے ہیں ان کو بیکار نہ سمجھو۔ اللہ نے جن اغراض کے لئے ان کو پیدا کیا ہے ان میں استعمال کرو۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ کیا عالم و جاہل دونو برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ۔ آدمی کے لئے وہی ہے جسکی وہ کوشش کرتا ہے۔ بے شک آدمی اپنی سعی و کوشش کے نتیجے کو دیکھے گا جیسا کرو گے ویسا بھرو گے جیسا بوو گے ویسا کاٹو گے ؎

باتوں سے کیا ہوتا ہے	عمل سے ساری عزت ہے
علم و عمل کی دنیا ہے	غفلت باعثِ ذلت ہے
تم نہ اپاہج بن کے رہو	کام کرو گر قوت ہے
سستی میں ناکامی ہے	حرکت میں سب برکت ہے
یاس کو پاس نہ آنے دو	مرد ہے جو باہمت ہے

حسرت صدیقی

مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ

چونکہ اللہ تعالیٰ کی مالکیت دائمی ہے۔ حال و مستقبل کے زمانہ سے خاص نہیں۔ لہٰذا یہ اضافت حقیقی ہے۔ اور مفید تعریف ہے اور اللہ کی صفت ہے گو کہ صفت کا صیغہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہے مَلَکَ یَمۡلِکُ مثل ضَرَبَ یَضۡرِبُ۔ مُلۡکًا۔ بادشاہ ہونا فَھُوَ مَلِکٌ بادشاہ ہے۔ مِلۡکًا۔ مالک ہونا۔ فَھُوَ مَالِکٌ۔ مالک ہے۔ آقا ہے۔ مَلَکَ کے مادہ میں قدرت و قوت ملحوظ ہے۔

یَوۡمٌ۔ دن جیسے یَوۡمُ الۡجُمُعَۃِ جمعہ کا دن۔ یَوۡمُ السَّبۡتِ شنبہ کا دن۔ یَوۡمٌ۔ وقت۔ زمانہ۔ جیسے کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ وہ ہر وقت نئی شان میں ہے۔ دِیۡنٌ۔ اطاعت۔ مذہب و ملت۔ جزاء۔ بدلہ۔ ایک شخص عمر بھر خوش اعتقاد اور نیک عمل رہا ہو۔ اور ایک شخص تمام عمر بد عقیدہ بھی تھا اور بد عمل بھی (ان حشرات الارض کیڑے مکوڑوں، مادہ پرستوں سے اور انکی عقل فاسد سے ہمارا سوال نہیں۔ ہمارا سوال اللہ کو خدا سمجھنے والوں سے ہے) کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ انکی کچھ داد فریاد بھی ہے۔ بے شک ہے۔ قیامت آنے والی ہے۔ نیکوں کو جزائے نیک اور بروں کو جزائے بد۔ مَالِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ اسی کو بتلاتا ہے لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَ یَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا

بِالْحُسْنٰی ۔ تاکہ بدکاروں کو ان کے اعمالِ بد کی جزا دے اور نیکوکاروں کو ان کے اعمال اچھائی کا معاوضہ عطا فرمائے ۔

یَوْمِ الدِّیْن ۔ وقتِ جزاء ۔ زمانہ جزاء ۔ روزِ جزاء ۔ اللہ تعالےٰ دنیا میں بھی جزا عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی جزا دے گا ۔ جیسا کام کرو ویسا ہی بدلہ ملتا ہے ۔ اس میں مطیعوں کو مبارک بادی ہے مصیبت زدوں کو جزائے صبر کی امید دلائی گئی ہے ۔ ظالموں ناحق شناسوں کو انذار ہے تخویف ہے تنبیہ ہے ۔

دیکھو ! اللہ حقوق اللہ میں معافی فرما سکتا ہے مگر حقوق العباد بڑی بری بلا ہے وہ علیم ہے تمہارے اعمال سے واقف ہے ۔ قدیر ہے ۔ تم کو جزا و سزا دے سکتا ہے ۔ وہ مقسط ہے ۔ عدل ہے منصف ہے ۔ غریبوں ۔ عاجزوں کی فریاد سنتا ہے وہ ظالموں کو بغیر سزا دیئے نہ چھوڑے گا ۔ اے حاکمو ! اپنے ماتحت لوگوں پر انصاف و رحم سے کام لو ۔ غلطی تم سے بھی ہوتی ہے اور دوسروں سے بھی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت نہ کرو ۔ بندگانِ خدا کی حق رسانی کرو ۔ آخر تمہارا بھی تو ایک مالک ہے ۔ بادشاہ ہے ۔ اس سے جس قسم کی امید رکھتے ہو ۔ اپنے ماتحتوں سے ویسا ہی سلوک کرو ۔ اللہ رب العالمین ہے ۔ رحمٰن و رحیم ہے ۔ تم بھی تو اس کی صفاتِ طیبہ کا مظہر بنو ۔ دیکھو اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ تیرے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے ۔

صاحبو! جہاں اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے، رحمٰن و رحیم ہے۔ وہاں منتقم و قہار بھی تو ہے اس کی اطاعت کرو۔ اس کے اوامر کا امتثال کرو۔ اس کی فرمانبرداری کرو۔ اس کی نافرمانی سے بچو۔ اس کے قہر سے ڈرو۔ اللہ رسول کی محبت کا ادعا کرتے ہو۔ تو ان کے احکام کے سامنے گردن تسلیم جھکا دو۔ یہ کیسی محبت ہے کہ محبوب کی مرضی کی مخالفت اور ہر کام میں مخالفت ہے

خدا کو تمہاری غرض کیا پڑی ہے
جو تم کو خدا ہی سے بیزاریاں ہیں حضرت صدیقی

دوستو! اللہ تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم سمجھتے ہو۔ بے شک وہ رحمٰن و رحیم ہے مگر وہ مالک و رزاق بھی تو ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ غلاموں اور خادموں کا نفقہ آقا پر واجب ہوتا ہے جب اللہ مالک ہے تو وہ تم کو رزق پہنچائے گا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا۔ زمین پر چلنے والے کا رینگنے والے کا رزق اللہ پر ہے۔ اس کے ذمے ہے۔ اس قدر اطمینان دلانے کے باوجود تم اسباب کو استعمال کرتے ہو۔ اور استعمال کرنا چاہیئے بھی کیونکہ یہی اللہ کا مقصد ہے۔ اس کا حکم ہے۔ اسی طرح اس کے رحم کے مستحق ہونے کے اسباب بھی تو استعمال کرو۔ نماز پڑھو۔ روزے رکھو۔ اچھے کام کرو۔ نیک ہو وہ تم سے صفت رحمٰن و رحیم سے سلوک کرے گا۔ یہ کیا ہے؟ تو بُرے کے لئے تو آگے بڑھتے ہو۔ اور کام دینے کے وقت پیچھے ہٹتے ہو۔ وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ تم نے اللہ کی کچھ قدر نہ کی۔ اس کے رحم سے غلط طریقہ

فائدہ اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ یا اپنی کاہلی و آرام طلبی کا حیلہ نکال رہے ہو۔ فرمانبردار رہو اور رحم کے مستحق بنو۔

اے علمائے ملت! اللہ تعالیٰ کی تعلیم و تفہیم کیسی نرم اور کیسی رحیمانہ ہے۔ فرماتا ہے۔ میں رب العالمین ہوں۔ رحمٰن و رحیم ہوں۔ مگر میں روزِ جزا کا مالک بھی ہوں۔ کس لطیف طریقہ سے ڈراتا ہے۔ آپ بھی قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا اے موسیٰ و ہارون! تم دونو فرعون سے نرم بات کرو۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ان کو اچھے طریقے سے نصیحت کرو، پر عمل کرو۔ مقابلہ کرو۔ آپ موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے زیادہ اللہ کے پاس عزیز نہیں ہیں۔ اور آپ کا مخاطب فرعون سے زیادہ سرکش نہیں۔ بدتر نہیں۔ پس نرمی سے نصیحت کرو۔ دلکش طریقہ سے تبلیغ کرو۔ یہ فوارۂ کفر و شرک کیوں بنے ہوئے ہو۔ جس کو دیکھو کافر۔ جس کو دیکھو مشرک ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است — چو رگ زن کہ فصاد و مرہم نہ است

اللہ جب ہم سب کا پروردگار ہے۔ مالک ہے۔ جزا و سزا دینے والا ہے تو کس کے حکم کے مطابق؟ اپنے احکام کے مطابق۔ ان احکام کے مطابق جو اس کے رسول کے توسط سے ہم تک پہنچے ہیں۔ اسلام تمام ممالک۔ تمام زمانوں کے لئے ہے۔ اسلام خاتم النبیین کا دین ہے۔ جو کبھی منسوخ نہ ہوگا۔ اسلام میں اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ہے۔ یعنے حکم دینا صرف خدا کا حق ہے۔

وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ۔ جو ان احکام کے مطابق جن کو اللہ نے اتارا ہے حکم نہ دیں وہ تو بدچلن۔ فاسق۔ بدکار ہیں ایک اور جگہ ہے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ وہ تو ظالم ہیں۔ ایک اور جگہ ہے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ وہ تو دین اسلام۔ رسول برحق ہی کے منکر ہیں۔ کافر ہیں۔

مسلم حکم الٰہی میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ بے حکم شرع کوئی حرکت نہیں کرسکتا۔ کیا بات کرسکتا ہے؟ نہیں۔ غیبت نہیں کرسکتا۔ جھوٹ نہیں بول سکتا کلماتِ کفر نہیں بک سکتا۔ کیا کچھ کھا سکتا ہے؟ نہیں، جو جانور حرام کردیئے گئے ہیں، ان کو نہیں کھا سکتا۔ معمولی کھانا۔ پانی رمضان شریف کے دن میں جب تک مغرب نہ ہو جائے، نہ کھا سکتا ہے، نہ پی سکتا ہے۔ غرض کہ مسلمان کا ہر فعل تحت شرع متین ہوتا ہے۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

موت وحیات میری دونو تیرے لیے ہیں — جینا تری گلی میں مرنا تری گلی میں

کیا ہندو مسلمان ملکر ایک ہندوستانی مشترک قوم بنا سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ نظریہ اکثریت کا دام ہے جس سے نادان مسلمان یا قوم فروش اشخاص کو پھانستے ہیں۔ ذرا یہ تو سمجھو۔ کہ قوم کی حکومت افراد پر رہتی ہے۔ افراد کی جان و مال سب قوم کی ملک رہتی ہے۔ جو حکم دے واجب التعمیل۔ افراد چند آدمیوں کے

مجلس آئین وقوانین کے لئے۔ اور مجلس شورائے ملی کے لئے انتخاب کرتے ہیں یا اختلافی مسائل میں دست شماری ہوتی ہے۔ اکثریت پر احکام دئے جاتے ہیں مسلمان بھلا اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کا ماننے والا۔ حکم خدا کے خلاف کسی کا حکم کب مان سکتا ہے۔ نہ خدا ہندوستانی، نہ مسلمان ہندوستانی سے

چین وعرب ہمارا ، ہندوستاں ہمارا (اقبال) مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

مسلمان صرف خدا کا ہوتا ہے۔ منظم ہو جائے تو بہت بڑی اجتماعی قوت اور عظیم قومیت رکھتا ہے۔ مگر افسوس! موجودہ مسلمانوں نے نہ خود کو سمجھا نہ اسلام کو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلافت الٰہی کے مدعی بیل کے بچاریوں کی پوجا کر رہے ہیں اور گاؤ خور گائے کا موت پینے والے سے ہول کھا رہے ہیں۔ ان کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار۔ نہ دین سے غرض۔ نہ خدا و رسول سے مطلب۔ نہ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ پر ایمان۔ نہ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ پر اطمینان لہذا ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ ان پر ذلت وافلاس کی مار ماری گئی اور وہ مستحق غضب خدا ہوئے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

اِیَّاکَ۔ تجھ کو۔ نَعْبُدُ۔ ہم عبادت کرتے ہیں۔ پرستش کرتے ہیں۔ پوجتے ہیں

نَسْتَعِیْنُ - ہم مدد طلب کرتے ہیں - مادہ عَوْن - مدد - اس کا مصدر اِسْتِعَانَۃٌ ہے - باب استفعال سے ہے - اس کی خاصیت طلب ہے عِبَادَۃٌ انتہائی عاجزی - طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ - پامال راستہ - وہ راستہ جس پر لوگ بکثرت چلتے ہوں - اِیَّاکَ کی تقدیم سے حصر کے معنے پیدا ہوئے - یعنے ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں - تیری ہی عبادت کرتے ہیں - اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں -

پہلے اس پر غور کرو - کہ عبد و رب - خدا و بندہ - واجب و ممکن کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان میں ربط کیا ہے؟ اور شرک و کفر کی تحقیق کیا ہے؟ کیا کفر و شرک عقیدے سے متعلق ہیں یا عمل سے؟ جو بات سمجھ میں آتی ہے یعنے مفہوم تین قسم پر ہے -

(۱) واجب الوجود - حق تعالیٰ جس کا وجود ضروری ہے اور عدم غیر ممکن -

(۲) ممتنع جس کا عدم ضروری ہے اور اس کا موجود ہونا ناممکن ہے جیسے شریک خدا کا پیدا ہونا - اور جزء کا کل سے بڑا ہونا محال ہے - غیر ممکن ہے ممتنع ہے

(۳) ممکن کا موجود ہونا ضروری نہیں - مگر نہ ہونا بھی ضروری نہیں اگر ممکن موجود ہو جائے تب بھی کوئی محال لازم نہ آئے - اللہ کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب ممکن ہیں - ممکن کا وجود بالذات نہیں - اگر ممکن کے لئے وجود بالذات ہوتا، تو کبھی اس سے جدا نہ ہوتا - کیونکہ ذات سے ذاتیات ولوازم ذات کبھی منفک وجدا نہیں ہوتے - مگر ہر ممکن سے پہلے تو عدم اور بعد عدم ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ

ممکن اپنے وجود میں واجب کا محتاج ہوتا ہے۔ جب ممکن کے لئے وجود ہی ضروری نہیں۔ بالذات نہیں۔ واجب تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، تو اور کونسی چیز ہے جو اس کے لئے بالذات ہوگی۔ ہاں عدم تو ممکن کے لئے بالذات ہے۔ یہی عدم بالذات احتیاجِ بالذات۔ بندگی کا مرجع اور وجودِ بالذات۔ استغناءِ بالذات، واجب تعالیٰ کا خاصّہ ہے۔

شرک کیا ہے؟ اللہ کے صفاتِ خاصّہ کو کسی بندے میں موجود ماننا۔ اور کفر کیا ہے؟ اللہ کے صفاتِ خاصّہ سے انکار۔ یا خود خدائے تعالیٰ ہی کو نہ ماننا۔

اب ذرا اس پر بھی غور کرو۔ کہ ممکن میں یہ موجودہ صفات آئے کہاں سے؟ وجودی صفات، واجب تعالیٰ سے حاصل ہوئے ہیں۔ جو منبعِ وجود ہے۔ اور عدمی صفات، خود ذاتِ ممکن سے سمجھے گئے۔ ہم پر کس کی حیات و علم کا پرتو ہے؟ سماعت و بصارت کس کی ہے؟ قدرت کس کی ہے؟ ارادہ کہاں سے آیا؟ واجب تعالیٰ سے۔ حقائقِ ممکنات۔ جو معلوماتِ الٰہی ہیں، خارج میں موجود نہیں علمِ الٰہی میں ثابت ہیں۔ ان پر جس اسمِ الٰہی کی تجلی ہوتی ہے، وہی آئینہ حقیقت ممکن سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کے کونسے صفات ہم میں موجود نہیں ہیں۔ اور کن سے ہم موصوف نہیں۔ حیات ہم میں ہے۔ علم ہم میں ہے۔ قدرت ہم میں ہے

کونسی شئے ہے نہیں جو مجھ میں ۔۔۔ اک طلسمات کا پتلا ہوں میں

حضرت صدیقی

کیا یہ شرک ہے ؟ نہیں ۔ شرک نہیں ۔ شرک اس وقت ہوتا ۔ کہ کسی صفت کو ممکن میں بالذات مانتے ۔ جس کی اصل عدم ہو ۔ اس کے دونوں ہاتھ خالی ۔ ع دامن از کجا آرم کہ جامہ ندارم

ہمارے پاس، ممکن، ہر آن ۔ ہر لحظہ فنا ہوتا جاتا ہے اور نفس رحمانی سے وجودِ ظلی یا وجود بالعرض عطا فرمایا جاتا ہے ۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ سب کا قیوم ہے سب کا قیام اسی پر ہے ۔ یہ نہیں کہ خدا نے پیدا کیا ۔ اب سب مختار ہیں ۔ آزاد ہیں ۔ بندہ کیا شئے بالذات رکھے گا ۔ اَلْعَبْدُ وَمَا مَلَکَتْ یَدَاہُ لِمَوْلَاہٗ ۔ ع جو کچھ ہے وہ آقا کا کچھ بھی نہیں بندے کا ۔ جو نادان، غیرِ خدا کو، ایک آن کے لئے، کسی ایک امر میں بھی، خدا کا غیر محتاج جانتا ہے اور اس کو کسی وجودی صفت سے بالذات موصوف سمجھتا ہے، وہ بے شک شرک کرتا ہے ۔

بت پرست ہر کام کے لئے ایک دیوتا مانتے تھے ۔ جب ان سے کہا گیا کہ ایک ہی خدا قادرِ مطلق ہے ۔ خلّاق ہے ۔ رزّاق ہے ۔ محی و ممیت ہے ۔ تو انھوں نے کہا ۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ کیا تمام دیوتاؤں کو ایک ہی کر دیا ہے ۔ یہ تو عجیب بات ہے ۔

جہاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سب کچھ ہے ۔ وہاں اس نے ظاہری اسباب بھی لگا دئے ہیں ۔ اور باطنی اسباب بھی ۔ اسباب کا ترک نہ کرنا ۔ ان کو استعمال کرنا شرک نہیں ۔ اسباب کو موثر بالذات ماننا شرک ہے ۔ بعض مادہ پرست موحد

زندوں کو رب، رزاق و ممیت سمجھنے کو شرک نہیں سمجھتے ہیں۔ شرک ہے تو زندہ مردہ سب سے ہے۔ خدا کے لئے بالذات اور بندوں کے لئے بالعرض نسبت ہے وہ تو شرک نہیں۔ یہ نسبت و اسنادِ مجازی ہے۔ معمولی مصیبت میں انگریزوں ہندوؤں سے مدد طلب کرتے پھرنا۔ آمین بالجہر و رفع یدین وغیرہ، غیر واجبات کے لئے لڑنا۔ اور غیر مسلم حکام کی عدالتوں میں داد فریاد کرتے پہنچنا۔ غیر مسلم وکیلوں سے مدد طلب کرنا۔ اور پھولے نہیں سماتا کہ ہم نے زندوں سے مدد طلب کی۔ نہ کہ مُردوں سے۔ کیا مُردوں سے شرک ناجائز اور زندوں سے جائز ہے۔ کیا انسان مرتے ہی نہ اہلِ دنیا کو دیکھتا ہے، نہ ان کی سنتا ہے؟ حدیث میں ہے۔ قبروں کے پاس جاؤ تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ کہو۔ مردے دیکھتے۔ سنتے نہیں ہیں، تو سلام کیوں کیا گیا؟ کیا دور کے ارواح کو مخاطب کریں تو شرک نہیں ہوتا؟ غیب کی بات جاننا تو اللہ کی صفت ہے شیطان بھی تو تمام لوگوں کے دل کی بات جانتا ہے۔ خواہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ نزدیک ہوں یا دور۔ شیطان کا غیب کی بات جاننا قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اچھا جب غیب کی باتیں جاننا خاصۂ الٰہی ہوا تو کیا پھر شیطان سے شرک جائز ہے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ۔ اللہ کا کام مطلق ہے۔ عام ہے۔ بالذات ہے بندوں کا کام بِقُوَّۃِ اللّٰہِ ہے۔ باذن اللہ ہے۔ اور وہ بھی نہایت مختصر بندوں کو غیب کا جو علم ہوتا ہے۔ وہ غیب اضافی ہے مطلق علمِ غیب اللہ

کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ کو اتنا چھوٹا کیوں سمجھ رکھا۔ کہ ذرے میں دوسرے
اس کے برابر ہو جاتے ہیں۔

آج کل ہر روحانی کام سے یہ بے روح موحد علم غیب سے ڈرا کر روکتے
ہیں۔ لہذا اس کے متعلق ایک مختصر تحقیق کر لینا چاہتا ہوں۔

علم غیب مرکب اضافی ہے علم اور غیب سے۔ ہم پہلے انھیں کی تحقیق
کریں گے۔ علم کے معنے ہیں۔ جاننا۔ ظاہر ہے کہ جس کا وجود بالذات ہے۔ یعنے
واجب تعالیٰ، اس کا علم بھی بالذات ہے اور جس کا وجود بالعرض ہے یعنے
، ممکن و مخلوق، اس کا علم بھی بالعرض ہی ہے۔ اتنا ماننے کے بعد شرک کوسوں
دور ہو گیا۔ علم عینی بھی ہوتا ہے یعنے معلوم دیکھی ہوئی چیز ہوتی ہے۔ علم سماعی
بھی ہوتا ہے یعنے کسی نے اس سے کہا اور اس نے سنا۔ علم تحقیقی بھی ہوتا ہے
تقلیدی بھی ہوتا ہے۔ اب رہ گیا غیب۔ اللہ کے لحاظ سے تو کوئی شئے غیب
نہیں۔ غیب مطلق جو کسی بندے کو معلوم ہی نہیں ہو سکتا۔ جیسے حقیقت و کنہ
و ماہیت حق جل وعلا۔ کہ اس کا علم دائرہ بشری سے خارج ہے۔ بندہ غریب
سرآگندہ اپنی ہی حقیقت نہیں جان سکتا۔ تو اللہ کی حقیقت کیا جانے گا پس علم
عبد و علم حق برابر ہوئے، نہ معلوم حق و معلوم عبد۔

صاحبو! مسلمانوں کو کافر کہنے میں تم کو مزہ ملتا ہے۔ تم فوارہ شرک
و تکفیر کیوں بنے ہوئے ہو جو معلوم نہیں "از آدمی خیزد و بر آدمی ریزد" اب رہ گیا

علم غیب اضافی وہ تو ہوتا ہی ہے۔ ایک چیز کو ایک شخص دیکھتا ہے، دوسرا نہیں دیکھتا۔ یہ علم غیب اضافی نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟ دیکھو! علم غیب تین قسم پر ہے (۱) غیب مطلق تو خدا ہی کو ہے اور بس (۲) بعض علم غیب انبیاء کو دیا جاتا ہے عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔ وہ عالم الغیب ہے۔ اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ رسول پر۔ اس طرح ایک علم غیب ہر مسلمان کو ہونا چاہیئے۔ جس کو علم غیب نہیں، وہ کافر ہے مسلمان نہیں۔ اللہ۔ فرشتے۔ جنت۔ دوزخ۔ مسلمان کی تعریف ہے۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنے مسلمان غیب کا علم رکھتا ہے یقین رکھتا ہے ایمان رکھتا ہے۔

کیا ارواح طیبہ سے بات چیت ممکن ہے؟ بے شک ممکن ہے۔ معراج شریف میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سے ملاقات کی انکی امامت کی۔ انبیا میں سے حضرت کے اجداد نے نعم الولد اور دوسرے انبیا نے نعم الاخ کہا۔ موسیٰ نے پچاس نمازوں کی تخفیف میں حضرت حبیب خدا کو مشورہ دیا۔ مدد دی۔ اور حضرت نے مدد حاصل کی۔

کسی بزرگ کو یہ کہنا۔ کہ آپ میری بیماری اچھی کر دیجیے یا اولاد دیجیے شرک نہیں؟ کیا شفا اور اولاد دینا اللہ کی صفت خاصہ نہیں ہے؟ ہر ایک وجودی صفت، بالذات اللہ کے لئے ہے اور مجازی نسبت اسباب کی طرف کی جاتی ہے۔ شفا کی نسبت ڈاکٹر و حکیم اور دوا کی طرف کی جاتی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا

لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔ اے مریم! میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ میں تم کو پاک لڑکا دوں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت فرماتا ہے وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللہِ اور جب تم بناتے ہو مٹی کیچڑ سے شکل پرندے کی صورت کے۔ پھر تم اس میں پھونکتے ہو۔ پھر وہ زندہ ہو جاتا ہے اللہ کے حکم سے۔ تُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَتُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللہِ۔ تم شفا دیتے چنگا کر دیتے ہو۔ مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو، اور مردوں کو زندہ کر دیتے ہو باذن اللہ۔ ان تمام مقامات میں بِاِذْنِ اللہِ کی قید نسبتِ مجازی کو ظاہر کرتی ہے۔ نسبت مجازی سے بھی شرک ہو جائے تو بات کرنا دشوار ہو جائے۔

کیا بزرگوں کے نام پر فاتحہ دیکر کھانا کھلانا۔ جانوروں کو کھانا کہ یہ فلاں کا ہے۔ شرک اور مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ میں داخل نہیں۔

اضافت و نسبت ادنیٰ تعلق سے بھی ہوتی ہے۔ دیکھو۔ تم کہتے ہو یہ بکرا میرا ہے یہ گھر میرا ہے۔ یہ کھانا میرا ہے۔ اگر یہ سب مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللہِ میں داخل ہو جائیں تو بڑی مشکل ہو۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ یہ میرا گھر نہیں خدا کا ہے، تو وہ وقف ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے۔ کہ یہ جورو خدا کی ہے، تو کفر ہو جائے۔ ایصال ثواب احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ ابوداؤد و نسائی میں ہے۔ ام سعد کے لئے کنواں کھدوایا گیا اور پکار دیا گیا ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ

یہ ام سعد کا کنواں ہے۔ دیکھو۔ اس سے امیر بھی پانی پیتے تھے اور غریب بھی
مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ وقت ذبح کے لئے ہے۔ کفار عند الذبح بِاسْمِ
اللّٰتِ وَالْعُزّٰى کہتے تھے۔ اس کے مقابل عند الذبح بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ
اَكْبَرُ قایم کیا گیا۔ بخاری و مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک شخص
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ پھر عرض کیا۔ میری بہن نے نذر کی تھی
کہ وہ حج کرے گی۔ وہ مر گئی ہے (یعنے بغیر حج کئے) تو حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ اگر اس پر قرض ہوتا۔ تو کیا تم ادا کرتے؟ عرض کیا۔ جی ہاں۔ فرمایا
اللہ کا قرض ادا کرو۔ وہ زیادہ مستحق ہے کہ ادا کیا جائے۔ مسلم میں بُریدہ سے
مروی ہے۔ کہا۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک عورت
آپ کی خدمت میں آئی۔ پھر اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اپنی ماں کو
ایک لونڈی دی تھی ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا۔ تمھارا اجر واجب ہو گیا
اور اس لونڈی کو میراث نے تم پر واپس کر دیا۔ اس عورت نے عرض کیا۔
یا رسول اللہ! ان پر ایک ماہ کے روزے واجب تھے۔ کیا میں ان کی طرف سے
روزے رکھوں؟ فرمایا ان کی طرف سے روزے رکھو۔ عرض کیا۔ انھوں نے
کبھی حج نہیں کیا تھا۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا ان کی طرف
سے حج کرو۔

ایصال ثواب درست بھی ہو، تو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنے کا کیا ثبوت ہے؟

سامنے کھانا رکھنا تعین کے لئے ہے اور فاتحہ پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے
كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ۔ ہر اہم امر کہ الحمد اللہ سے
شروع نہ ہو وہ ابتر ہے بے خیر ہے۔

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بھی درست ہو تو ایک ہی قسم کا کھانا
بار بار پکانے کے کیا معنے ظاہر ہے کہ خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَدْوَمُهَا۔ بہترین
امور وہ جس میں ہمیشگی ہو۔ تکرار ہو۔ مداومت ہو۔

یا رسول اللہ! یا غوث! پکارنا بھی کیا ناجائز نہیں۔ شرک نہیں؟
ترمذی۔ نسائی۔ طبرانی۔ ابن خزیمہ۔ حاکم۔ بیہقی نے یہ دعا روایت کی ہے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِحَبِيْبِكَ الْمُصْطَفٰى عِنْدَكَ
يَا حَبِيْبَنَا يَا مُحَمَّدُ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَنَا عِنْدَ الْمَوْلٰى
الْعَظِيْمِ يَا نِعْمَ الرَّسُوْلُ الطَّاهِرُ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيْنَا بِجَاهِهٖ عِنْدَكَ
اس دعا میں یا محمد کی ندا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی
اس دعا کو صحابہ نے خود پڑھا اور دوسروں کو اس کی تعلیم دی۔

دیکھو! التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ سے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے تخاطب کیا جاتا ہے۔ نیز اس بات پر بھی غور کرو۔ کہ لفظ کے نیچے
معنے۔ اور معنے کے ساتھ مصداق ذہن میں آجاتا ہے پس صِرَاطَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کا ذہن میں

آجا ناجو اس کے فرد اعلیٰ اور بہترین مصداق ہیں، ایک طبعی بات ہے۔

او مدعیان توحید! تم یا رسول اللہ پکارنے کو اور حضرت کے اس کا علم رکھنے کو کفر اور شرک اور کیا کیا سمجھتے ہو۔ سنو۔ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔
اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ ضرور ہم نے تم کو شاہد۔ گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بناکر بھیجا۔ شاہد دیکھتا ہے۔ لہٰذا حضرت ہمارے تفصیلی حالات دیکھتے ہیں۔ دیکھو! سنی سنائی شہادت درست نہیں۔ جب اصل شاہد حاضر ہو تو فرع کی شہادت صحیح نہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ۔ خود تم میں سے ایک ایسا رسول آیا ہے جس پر وہ تمام چیزیں جو تم کو تکلیف دہ ہیں یا دشوار گزرتی ہیں۔ جب تک حضرت ہمارے حال سے واقف نہ ہوں۔ ہمارے تکلیفات ان پر کیوں کر شاق گزرینگی۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ لَا يُشَاكُ اَحَدُكُمْ بِشَوْكَةٍ اِلَّا وَاجِدُ اَلَمَهَا۔ تمہارے پاؤں میں کانٹا نہیں چبھتا مگر اس کا درد میں محسوس کرتا ہوں۔ بعض احادیث میں ہے اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَكُلُّ شَيْئٍ مِنْ نُوْرِيْ۔ سب اللہ کے نور (وجود) سے ہیں اور ہر شئے میرے نور (وجود) سے۔ صحیح حدیث میں ہے۔
اَللّٰهُ يُعْطِيْ وَاَنَا قَاسِمٌ۔ اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ ہم کو جو کچھ ملتا ہے، قاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ سے ملتا ہے۔ ابن سنی کتاب

"عمل الیوم واللیلہ" میں دو روایتیں بیان کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمر کے پیر میں چیونٹیاں بھر گئی تھیں یعنے پیر سونڈ ہو گئے تھے۔ ان سے کسی نے کہا آپ محبوب ترین شخص کو پکارو۔ انھوں نے یا محمداہ پکارا اور کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ یہی حال عبداللہ عمرو بن العاص کا ہوا۔ انھوں نے یا محمد کا نعرہ مارا۔ اور ایسے ہو گئے جیسے پیر سے بندھی رسّی کھل گئی ہو۔ "کنز العمال" مسند عمر میں ایک لمبی حدیث ہے اس میں ہے فَقَالَ عُمَرُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَاذَا لَقِيتُ بَعْدَكُمَا۔ یارسول اللہ آپ پر سلام۔ یا ابا بکر آپ پر سلام۔ میں نے آپ دونوں کے بعد کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں۔ حصن حصین میں حضرت سے مروی ہے۔ آپ نے اس شخص کے متعلق جو راہ گم گشتہ ہو فرمایا کہ پکارے۔ اَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللّٰهِ۔ اے بندگان خدا! تم میری مدد کرو۔ ہم کو اللہ کا حبیب اَحَبُّ النَّاس ہے۔ ہم پکارتے ہیں یا محمداہ۔ ہم راہ گم گشتہ ہیں ہم پکارتے ہیں اَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللّٰهِ۔ یَا غَوثُ۔ یَا خواجہ۔ یا نقشبند۔ یا بدوی۔ یا شاذلی ہماری مدد کرو۔

شفاء قاضی عیاض میں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے دیکھا۔ کہ منبر پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تھے اس پر اپنا ہاتھ رکھتے اور اپنے منہ پر پھیر لیتے۔

یہ بدلگام موحد اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (میں تمھارے مثل ہوں)

کو لئے لئے پھرتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ یُوحیٰ اِلَیَّ ہے (مجھے وحی ہوتی ہے خدا کا پیغمبر ہوں) اس پر ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔ ایک ما بہ الاشتراک ہوتا ہے دو چیزوں میں مشترک چیز ہوتی ہے۔ ایک ما بہ الامتیاز ہوتا ہے جس سے تفوق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ کیا گدھے میں اور تم میں۔ جوہریت جسمیت۔ نمو احساس حیوٰۃ مشترک نہیں۔ مگر تمہارا امتیاز و تفوق تو عقل و فہم سے ہے جیسے ابوجہل اور تمہارے میں انسانیت مشترک اور اسلام ما بہ الامتیاز ہے۔ اسی طرح تمہارے میں اور رسُول خدا میں ما بہ الاشتراک انسانیت اور ما بہ الامتیاز وحی الٰہی ہے معلوم ہے۔ اس ما بہ الاشتراک کو کون بیان کرتے تھے ابوجہل اور دوسرے کفار۔ مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (اس رسُول میں کیا ہے۔ کھانا کھاتا ہے یعنے ہماری طرح اور بازاروں میں پھرتا ہے یعنے ہمارے مثل) اور ما بہ الامتیاز پر کس کی توجہ و نظر تھی صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ ذی النورینؓ مظہر العجائبؓ کی۔ کیا انھوں نے اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكَ کہا۔ یا کُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ اور وَيْحَكَ اَنَا عَبْدٌ مِّنْ عَبِيْدِ مُحَمَّدٍ۔ یہ بھی سنا ہے لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ (میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے پاس رہتا ہوں۔ وہ مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے)۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (پیغمبر کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ

کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ پیغمبر کو ایسا نہ بلاؤ جیسا تمہارے میں کا بعض بعض کو پکارتا ہے۔ بادشاہ مہربانی سے کہدے کہ تم میرے بھائی ہو تو کیا تم بھی بادشاہ کو بھائی صاحب کہہ کر پکاروگے۔ بے ادب بے نصیب۔ دیکھو اللہ کے حبیب سے بے ادبی نہ دین کا رکھیگی نہ دنیا کا۔ خَسِرَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِکَ ھُوَالْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ۔ دنیا بھی ہاتھ سے گئی اور آخرت بھی۔ یہ تو کھلا نقصان ہے۔

کیا اِیَّاکَ نَعْبُدُ کہنا۔ اور پھر عبدالرسول۔ عبدالنبی۔ غلام رسول۔ غلام علی کہنا شرک نہیں؟ غلام کے معنے عربی میں لڑکے کے ہیں لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا۔ اس میں شرک کی کیا بات ہے؟ اب رہ گیا عبدالنبی عبدالرسول۔ عبد کا لفظ تین معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) مخلوق۔ بے شک سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ کوئی کسی کا بندہ و مخلوق نہیں۔ مگر مسلمان کے متعلق سوءِ ظن اور تکفیر میں تعجیل۔ شایانِ شانِ اہلِ علم نہیں۔

(۲) مملوک۔ غلام۔ بردہ۔ اس لحاظ سے بھی کوئی عبدالرسول نہیں یہ شرف تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حصے میں تھا۔ ہماری آزادی بلال رضی اللہ عنہ کی غلامی پر قربان۔ بھلا ہماری قسمت میں اس غلامی کی عزت کہاں؟

(۳) مطیع و فرمانبردارِ رسول۔ ایسا تو ہر شخص کو ہونا چاہیئے۔

فاروق اعظمؓ خطبۂ خلافت میں فرماتے ہیں کُنتُ عَبدَہٗ وخادِمَہٗ "
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ تھا۔ اور خادم یعنے مطیع وفرمانبردار۔
مظہر العجائب ایک یہودی سے فرماتے ہیں وَیحَكَ اَنَا عَبدٌ مِن عَبِیدِ مُحَمَّدٍ
تجھ پر افسوس ہے۔ میں غلامانِ محمدؐ میں سے ایک غلام ہوں۔ دیکھو محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی غلامی پر فاروق اعظمؓ و مظہر العجائبؓ کو ناز ہے اور تم اس کو کفر و
شرک سمجھتے ہو ع

کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سرِ او

کیا غیر اللہ کی تعظیم اور ان کو سجدہ کرنا شرک نہیں ہے؟

غیر اللہ کی عبادت شرک ہے نہ کہ تعظیم۔ لِتُعَزِّرُوہُ وَتُوَقِّرُوہُ تاکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو۔ وَاخفِض لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ
مِنَ الرَّحمَةِ۔ ماں باپ کے لئے اطاعت کا بازو جھکا دو پست کرو۔ قُومُوا
لِسَیِّدِکُم۔ تمہارے سردار کے لئے اٹھو۔ کھڑے ہو جاؤ۔ عبادت تو معلوم
ہے کہ وہ بالذات کمالات کا حامل سمجھکر الوہیت کو کسی میں حال سمجھکر انتہائی تعظیم
کرنا ہے۔ عبادت دل کا فعل ہے۔ اعتقادی بات ہے۔ سجدہ غیر اللہ کو اسلام میں
حرام کر دیا گیا ہے۔ ہرگز اب کسی کو سجدہ نہیں ہو سکتا۔ نہ سجدۂ عبادت نہ سجدۂ تعظیمی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر میں سجدہ کی اجازت دیتا،
تو جوروؤں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ ظاہر ہے، کہ جب حضرت نے

سجدہ نہیں لیا۔ اسکی ممانعت کردی تو وہ سر اکیونکر سجدہ لے سکتا ہے۔
مگر یہ کہنا کہ سجدہ مطلقاً شرک ہے، درست نہیں۔ آدم علیہ السلام کے لیے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا۔ کیا شرک کا حکم دیا گیا تھا؟ کیا شرک نہ کرنے کی وجہ سے ابلیس مردود ہوا؟ کیا یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزندوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا، تو کیا شرک کیا تھا؟ شرک ہر زمانے میں ممنوع تھا نہ کہ اسی زمانے میں۔ بات یہ ہے۔ کہ اسلام نے مظنّہ شرک اور ایسی چیز کو بھی منع کر دیا جس میں شرک واقع ہونے کا احتمال ہے۔

اب غیر اللہ کو سجدہ ہرگز درست نہیں ممنوع ہے حرام ہے۔ مرتکب عاصی ہے۔ مگر یہ یاد رکھو۔ کہ ایمان بھی دل کا کام ہے، یا دل کی صفت ہے اور شرک و کفر بھی دل کا کام، یا اوسکی صفت ہے ضرور شرک سے بچو، اور مظنّہ شرک سے بھی بچو۔ برے کام سے منع کرو مگر سمجھکر۔ جاہل جہالت کرے تو عالم کو جہالت مناسب نہیں۔

کیا یہ دست بوسی اور قدم بوسی جو رکوع اور سجود سے مشابہ ہے حرام نہیں:
سنت کو حرام کہنا، تو آپ ہی کو مبارک۔ اتنی بڑی جرأت آپ ہی کے شایان شان ہے۔ جناب! حضرتؐ کا کچھ فرمانا حضرتؐ کا کوئی کام کرنا۔ حضرتؐ کے سامنے کوئی کام ہوا۔ اور آپؐ نے اس کو باقی رکھا۔ اس سے منع نہ کیا، یہ سنت ہے اب آپ سماعت فرمائیں! امام بخاری ادب مفرد میں وازع بن عامر سے روایت کرتے ہیں۔ کہا ہم (مدینہ میں) پہنچے۔ کہا گیا وہ رسول اللہؐ ہیں۔ ہم نے ان کے دونو

ہاتھ پاؤں پکڑے اور بوسہ دیا۔

ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی میں صفوان بن عسال سے مروی ہے یہ ایک بڑی حدیث ہے جس میں دو یہودیوں نے حضرتؐ سے بعض سوال کئے اور آپؐ نے ان کے جواب دیئے قَالَ فَقَبَّلَا یَدَیْہِ وَ رِجْلَیْہِ صفوان کہتے ہیں۔ ان دونو نے حضرتؐ کے دونو ہاتھ اور دونو پیر کو بوسہ دیا۔

ان عذاب جان موحدوں کو کوئی کہاں تک سمجھائے۔ روحانیت کا راستہ جانتے تو ارواح کا کچھ حال جانتے جس چیز کو علم نہیں۔ تجربہ نہیں۔ اس کے متعلق رائے قایم کر لینا مسلمانوں کو مشرک و کافر کہنا بڑی جرأت کا کام ہے تجربہ کار لوگوں کے حالات پڑھو۔ تم کو بھی علم ہو جائیگا۔

کیا جزئی کلی تمام امور میں توجہ الی اللہ اور اسکی طرف تبتل ضرور نہیں بیشک ضرور ہے۔ اور بڑے اعلیٰ درجہ کا کام ہے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَکَفٰی۔ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰہِ مُنْتَہٰی۔ مگر یہ کام رفتہ رفتہ ہوتا ہے۔ اول اجسام کے موثر بالذات ہونے کے خیال کو دل سے نکالو پھر ارواح کے موثر بالذات ہونے کو دل سے نکالنا۔ کم سے کم مادیات کو تو موثر نہ سمجھو سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے بیشک تو ہر شئے پر قادر ہے۔

صاحبو! ہمیشہ کام کرتے وقت جانچو کہ اسباب ظاہری یا باطنی پر زیادہ

اعتماد ہے زیادہ یقین ہے، یا اللہ پر اور اس کے وعدوں پر؟ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ ایماندار ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ دشمن کے اسلحہ سے ڈر کر حکم خدا اور رسول کا خلاف کرتے ہو، یا حکم خدا اور رسول کے مقابل دشمن کی پروا نہیں کرتے فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اُن سے کیا ڈرتے ہو۔ مجھ سے ڈرو۔

ماہوار رقم کے ہاتھ سے نکل جانے کا زیادہ خوف ہے یا جنت کے ہاتھ سے نکل جانے کا؟ اچھا اکیلے نماز پڑھتے ہو، تو کتنی دیر میں؟ اور امام بنتے ہو تو کتنی دیر میں؟ تنہا نماز میں کیسی قرأت ہوتی ہے؟ اور امام بننے میں کیسی قرأت ہوتی ہے اس آیت کا بھی کبھی خیال آتا ہے؟ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ۔ تم کو حکم نہیں دیا گیا، مگر یہ کہ اللہ کی خالص اطاعت کرو۔ یک رو ہو کر۔ ہم کچھ نہیں کہتے۔ تم خود اپنے دلوں میں فیصلہ کرو۔ کیا شرک فی الالوہیت، شرک فی العبادۃ۔ شرک فی الارادہ، تو واقع نہیں ہوا۔ اگر واقع ہوا ہے، تو توبہ کرو يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ اللہ آنکھوں کی خیانت اور سینے کے چھپے رازوں کو خوب جانتا ہے جب سے اخلاص مفقود ہوا نکبت آئی۔ ذلت آئی۔ ہزیمت آئی۔ تباہی آئی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ہم پر مومنین کی نصرت واجب ہے۔ اب کیوں نصرت الٰہی نہیں آتی؟ کچھ ایمان ہی میں لالے پڑ گئے ہوں گے، ورنہ خدا سچا اس کا وعدہ سچا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ اللہ کی مدد کرو تو اللہ بھی تمہاری

مدد کریگا۔ مگر اب اِنْ تَنصُرُوا اللّٰہَ ہی نہیں ہے تو یَنصُرکُمْ کہاں سے ہوگا،
نیز یہ تو ہوا اِیَّاکَ اب تک تو سب غیبت تھا۔ اب یہاں خطاب
کیوں ہے؟ ابتداءً اگر دل حاضر نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ کے اتنے صفات سنکر سمجھکر
تو دل حاضر ہوجانا چاہیئے۔ نیز اول برہان کا مرتبہ ہے، پھر عیان کا، نیز اول صفات
ہیں، تو پھر ذات ہے۔

نَعْبُدُ وَنَسْتَعِیْنُ جمع کیوں ہیں مصلی اپنی انانیت سے احتراز
کرتا ہے۔ اچھوں کو اپنے ساتھ کرلیتا ہے کہ ان کے طفیل سے۔ انکی خاطر ہی سے
اس کا خطاب قبول ہوجائے۔ نیز جب وہ رب العالمین ہے۔ رحمٰن ورحیم ہے
تو سب اسکی بندگی ہی کرتے ہیں۔ خواہ بالارادہ ہو یا فطرۃً وقہراً اور جب ممکن
کے لئے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ ہے تو تمام مدد اللہ ہی سے ہے۔ خواہ بلاواسطہ
ہو۔ خواہ بواسطہ۔ خواہ مانیں یا نہ مانیں، ہے مدد اسی سے، جو وجود کا منبع ہے
اور دوسری قوتوں کا مرجع ہے، جمع کے صیغے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ متعدد
اشخاص اور متعدد اقسام کی چیزیں مجموعی طور سے بیع کی جاتی ہیں۔ تو مشتری
یا تو سب کو لیگا۔ یا سب کو واپس کریگا۔ کچھ لیگا کچھ نہ لیگا ایسا نہیں ہوتا۔
لہذا اچھوں کی عبادت کے ساتھ ہم گنہگاروں کی عبادت بھی قبول ہوجائیگی۔
انشاء اللہ۔

نیز نماز میں اصل جماعت ہے۔ ترکِ جماعت پر سخت عتاب ہے عقاب ہے

جماعت کا مفرد سے ستائیس درجہ کا ثواب ہے نیز بہ نسبت ایک چراغ کے بہت چراغوں سے روشنی زیادہ ہوتی ہے ادراک و ابصار زیادہ ہوتا ہے مخلصین کے پرخلوص متوجہ خیالات کا اثر، دوسروں پر بھی ہوتا ہے۔ نیز ہر شخص کچھ نہ کچھ برقی اثر رکھتا ہے آدمی زیادہ جمع ہوں تو برقی قوت بھی زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ جماعت میں شخصیت مضمحل ہوجاتی ہے۔ اور شخص جماعت کا تابع ہوجاتا ہے۔

صاحبو! نماز بجماعت سے تنظیم اور امیر کی اطاعت کی، دن میں پانچ مرتبہ عبادت اور مشق کروائی جاتی ہے۔ اور حربی تعلیم کی بھی تمرین اور ڈرل کروائی جاتی ہے۔ یہ اذاں کیا ہے؟ بگل بج رہا ہے۔ جو فوج بگل کی آواز پر جمع نہ ہو، اور نافرمان ہوجائے، وہ ناکارہ ہے۔ ایسی خودسر فوج دشمن کے مقابلہ میں ہرگز کام نہیں دے سکتی۔ وہ اس قابل ہے کہ اس کو گولی ماردیں۔

ورزش کی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ تمام اعصاب و عضلات چوطرف حرکت کریں۔ اور سیلانِ خون تمام جسم میں ہوجائے۔ نماز پر غور کرو کہ کس طرح تمام اجزائے جسم کو قیام، رکوع، سجود، قعود میں ہر طرف حرکت ہوجاتی ہے۔ دیکھو نماز میں بجز سیدھے پاؤں کے انگوٹھے کے، کوئی جز ایک ہیئت پر برقرار نہیں رہتا اسی لئے لوگ اس کو نماز کی کھونٹی کہتے ہیں۔ نماز ایسی ہلکی ورزش ہے کہ مرد، عورت، بچے، بوڑھے سب کرسکتے ہیں۔ نماز آرام طلب۔ احدی۔ نوابوں کے حق میں ورزش ہے۔ مگر مسافر۔ بندوق بردار۔ باربردار۔ سنگ تراش۔ ٹوبارہ وغیرہ سخت

محنت کرنیوالوں کے لئے آرام۔ وقفہ اور دم لینا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ نماز جیسا عمل جو عبد ورب میں مناجات ہے۔ راز ونیاز ہے الٰہی دربار ہے اس کو ان مادہ پرست مسلمانوں کی خاطر ڈرل اور ورزش ثابت کرنے کی ضرورت پڑی کیونکہ بغیر دنیوی فائدہ دکھلائے، کوئی دین کا کام کرنا نہیں چاہتا۔ اقامت سے حسب ذیل امور حاصل ہوتے ہیں: فالنکس اجتماع۔ ڈرس صف بندی۔ اٹنشن۔ سیدھا کھڑا ہو جانا رکوع و سجود سے ایک طرح کی نیلنگ پوزیشن قعود سے سٹنگ پوزیشن سلام ایز رائٹ ایز لیفٹ۔ اور برک اپ یا ڈس مس یعنے منتشر ہو جانا۔ ہر حکم یا کمانڈ کے ساتھ ہی سب ملکر ایک ہی کام کرنا۔

اچھا نماز جماعت سے تنظیم کی کس طرح تمرین کرائی جاتی ہے؟ اذان سنکر لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں تو چاہیئے کہ جو سب سے زیادہ عالم ہو۔ اسی کو امام اور لیڈر انتخاب کریں۔ مال و دولت کی عزت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ امام بنانے کے بعد اطاعت امام واجب ہے۔ جو مقتدی اطاعت امام نہیں کرتا اس کا سر روز قیامت گدھے کا سر ہو گا۔ جو نہایت بے وقوف جانور ہے۔ صف بندی میں امیر و غریب سب برابر ہیں۔ اس میں مساوات کا بہترین سبق دیا گیا ہے۔ بعد آنا اور کاندھوں پر سے لوگوں کو پھاندتے آگے جانا نہایت ممنوع ہے امام یا امیر کی ہر امر میں پیروی ضروری ہے ورنہ تنظیم کی غرض ہی مفقود ہو جائیگی چھوٹی چھوٹی باتوں میں امام کی مخالفت نہ کرنا چاہیے اگر امام رک جائے یا قرأت میں غلطی کرے تو اس کو لقمہ دینا۔ بتلا دینا ضرور ہے اگر

دوسری رکعت کے بعد قعود نہ کرے تو سُبْحَانَ اللّٰہ کہیں یعنے اللہ غلطی سے پاک ہی آدمی سے بھول چوک ہوتی ہی ہے۔ امام کا وضو ٹوٹ جائے تو دوسرا قائم مقام ہوجاتا ہے اور کام برابر جاری رہتا ہی۔ اگر امام کوئی ایسا کام کرے یا قرأت میں ایسی غلطی کرے جو اصول دین کے خلاف ہو۔ مثلاً اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کی جگہ اَنْعَمْتُ عَلَیْہِمْ کہے یعنے بجائے اس کے کہ تو نے انعام کیا۔ میں نے انعام کیا کہدے تو فوراً نماز توڑ ڈالیں اور لَاطَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ (اللہ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ کرنی چاہیئے) پر عمل کریں۔ دیکھو کیسی اخلاقی جرأت کی تعلیم ہے۔ پیٹھ پیچھے غیبت کا حکم نہیں جو کچھ کہنا ہے، سامنے کہدو۔ غلطی کی اصلاح کراؤ۔ بہر حال دن میں پانچ دفعہ تنظیم اور اطاعت حاکم کی تعلیم دیجاتی ہے۔ نادان مسلمان دین کی تعلیم بھلا بیٹھے۔ اور تتر بتر ہوگئے! اب ہر طرف سے تنظیم تنظیم کی چیخ پکار ہورہی ہے کمیٹیاں اور انجمنیں بنائی جارہی ہیں۔ مگر کن کے اصول پر؟ یورپ کے اصول پر۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی   کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

بدعت

آج کل شرک کے ساتھ بدعت کا وظیفہ بھی پڑھا جارہا ہے۔ آخر یہ بدعت ہے کیا؟ کیا ہر نئی شئے بدعت ہی؟ تب تو زندگی وبال ہے۔ جینا محال ہے۔ یہ پلاؤ۔ یہ شیرمال۔ یہ ٹینچاپ۔ یہ پوڈنگ کھانا بدعت ہے؟ چھاپے کے قرآن میں پڑھنا، حدیث کی کتابیں چھپوانا بدعت ہے؟ توپ بندوق۔ طیاروں، بم، ٹینکوں کا جواب تیر و تلوار سے کیونکر دیا جائیگا؟ جینا چاہتے ہو! اسلام کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو اَعِدُّوْا لَہُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

مِن قُوَّةٍ (جس قدر قوت ہو سکے اپنے دشمنوں کے لئے تیار کرو) پر عمل کرو۔
یہ دنیوی کام ہے۔ بدعت دینی کاموں میں ہوتی ہے۔ کیا جہاد دنیوی کام ہے؟
کیا قرآن و حدیث کا طبع کروانا دنیوی کام ہے؟ جو چیز بطور عبادت کے کی جائے وہ بدعت ہے۔
مسلمان کا کونسا کام ہے جو نیت صالح سے کیا جائے اور عبادت نہ ہو۔ نہیں ایسا کام
جس کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں اس کا کرنا بدعت ہے۔ اسلام و دین۔ قرآن و حدیث
ایسے ہمہ گیر ہیں۔ کہ مسلمان کا ہر فعل قرآن و حدیث کے موافق ہونا چاہیئے۔ ع

بے حکم شرع آب خوردن خطا است

فقہاء اور محدثین جو کچھ استنباط کرتے ہیں۔ کیا یہ سب بدعت ہے؟ نہیں
ان کا ماخذ قرآن و حدیث میں ہوتا ہے۔ اچھا قرآن و حدیث سے کوئی کلی حکم یا اصولی
امر نکلتا ہو، تو وہ بدعت نہیں۔ مگر کلی حکم جب پایا جائے گا جزئیات میں پایا جائیگا
بے تکلے پن سے عمل کرنا۔ نہ تعیین وقت، نہ کام و زماں میں مناسبت۔ تو جائز۔ حسب مناسبت
ضرورت، اور تعیین زمان و مکان سے کام کیا جائے تو ناجائز نہیں تعیین زمان و مکان
کو فرض و واجب سمجھنا بدعت ہی۔ حرام ہے تشریع فی الدین ہے تو بدعت حرام میں آدمی کی
نیت کو بھی دخل ہے۔ بے شک کسی نے امر مستحب کو فرض سمجھا تو تشریع فی الدین ہے
اس لئے ناجائز۔ اچھا تو فعل ناجائز ہے یا ایسا سمجھنا ناجائز ہے؟ نہیں۔ ایسا سمجھنا
ناجائز ہے۔

اگر کوئی مستحب کو مستحب سمجھتا ہو۔ حکم کلی کے زیر اثر جزئیات پر عمل کرتا ہو اور

مِن قُوَّۃٍ (جس قدر قوت ہو سکے اپنے دشمنوں کے لئے تیار کرو) پر عمل کرو۔
یہ دنیوی کام ہے۔ بدعت دینی کاموں میں ہوتی ہے۔ کیا جہاد دنیوی کام ہے؟
کیا قرآن و حدیث کا طبع کروانا دنیوی کام ہے؟ جو چیز بطور عبادت کے کی جائے وہ بدعت ہے۔
مسلمان کا کونسا کام ہے جو نیت صالح سے کیا جائے اور عبادت نہ ہو۔ نہیں ایسا کام
جس کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں اس کا کرنا بدعت ہے۔ اسلام و دین۔ قرآن و حدیث
ایسے ہمہ گیر ہیں۔ کہ مسلمان کا ہر فعل قرآن و حدیث کے موافق ہونا چاہیئے۔ ع

بے حکم شرع آب خوردن خطا است

فقہاء اور محدثین، جو کچھ استنباط کرتے ہیں۔ کیا یہ سب بدعت ہے؟ نہیں
ان کا ماخذ قرآن و حدیث میں ہوتا ہے۔ اچھا قرآن و حدیث سے کوئی کلی حکم یا اصولی
امر نکلتا ہو، تو وہ بدعت نہیں۔ مگر کلی حکم جب پایا جائے گا جزئیات میں پایا جائیگا
بے تکے پن سے عمل کرنا۔ نہ تعیین وقت، نہ کام و زماں میں مناسبت۔ تو جائز، حسب ضرورت، اور تعیین زمان و مکان سے کام کیا جائے تو ناجائز نہیں تعیین زمان و مکان
کو فرض و واجب سمجھنا بدعت ہی۔ حرام ہے تشریع فی الدین ہے تو بدعت حرام میں آدمی کی
نیت کو بھی دخل ہے۔ بے شک کسی نے امر مستحب کو فرض سمجھا تو تشریع فی الدین ہے
اس لئے ناجائز۔ اچھا تو فعل ناجائز ہے یا ایسا سمجھنا ناجائز ہے؟ نہیں۔ ایسا سمجھنا
ناجائز ہے۔

اگر کوئی مستحب کو مستحب سمجھتا ہو۔ حکم کلی کے زیر اثر جزئیات پر عمل کرتا ہو اور

بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے حضرت نے یہود سے سنا کہ روزِ عاشورہ
روزِ نجات موسیٰ علیہ السلام ہے تو آپ نے فرمایا نحن احق بموسیٰ منکم ہم بہ نسبت
تمہارے موسیٰ کے زیادہ مستحق ہیں۔ پھر آپؐ نے بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزے
کا حکم دیا تو کیا حضرتؐ کے تولد سے ساری دنیا کے دوزخ سے نجات پانے کی خوشی منانے
کے ہم مستحق نہیں۔ بے شک ہیں۔ ہر قوم اپنے بزرگ کے میلاد یا موت کی یادگار مناتی
اور اجتماع کرتی ہے تاکہ اس بزرگ کے حالات سے واقف ہو کر ان کی پیروی کرے
اس سے عمل کی طرف راہ نکلتی ہے۔ دنیا دار اپنے اہم واقعات کی یادگار مناتے اور
اس کا مظاہرہ اسی اصول پر کرتے ہیں۔ حج بھی اسی قسم کا ایک مظاہرہ ہے۔ اس سے
دین یا دنیا کا فائدہ اٹھانا نہ اٹھانا ہماری قوتِ تمیز کا کام ہے۔

صاحبو! مگر سود سے قرض نکال کر مذہبی کام کرنا۔ قابل افسوس ہے۔ ترک
کرنے کے لائق ہے۔ آج کل مسلمانوں کی مالی حالت تباہ ہے۔ اسراف و تبذیر
کس طرح جائز ہوگی۔ اعتدال صراط مستقیم ہے۔ افراط و تفریط قابل احتراز ہیں۔
غیر مسلموں کے دیکھا دیکھی ان کے رسوم اسلام میں داخل کر لینا بالکل نامناسب ہے۔
غیر مذاہب کی عورتیں مسلمانوں کے گھر میں آئیں تو باوجود مسلمان ہونے کے کچھ اپنے
آبائی رسوم اپنے ساتھ اسلامی گھروں میں لائیں اور مسلمانوں نے اس نوعِ لطیف سے
ان کے چھڑانے میں سہل انگاری کی جس کا نتیجہ اسلامی سادگی کی بربادی ہوئی بعض
دفعہ روایاتِ قومی کی حفاظت اور ان کے مظاہرت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ

پیشوایان ملت کی قوت تمیز کا کام ہے خیر کثیر کو اختیار کرنا۔ اور شر کثیر سے احتراز کرنا۔
اسلام کا اصل اصول ہے۔ بدتمیزی سے جو کام کیا جائے بدہی ہوتا ہی۔ رسوم و بدعات
کی اصلاح کے عوض ان کے ساتھ اصول دین کا بھی قلع قمع کر دینا سفاہت ہے۔
بلاہت ہے بلادت ہے۔ خدا مسلمانوں کو عقل سلیم و فہم مستقیم عطا کرے۔

آثار شریف اور موئے مبارک کی تعظیم تو قطعاً شرک ہے؟ ایک قسم کی عبادت
غیر اللہ ہے؟ شرک محل الوہیت ماننے سے پیدا ہوتا ہے۔ تبرک سمجھنا۔ باعث برکت ماننا
دوسری چیز ہے۔ عبادت و تعظیم۔ تبرک و برکت لینے میں فرق نہ کرنا، استاذ الملائکہ کا
کام ہے ان کی توحید ہے جو فی الحقیقت شرک فی الحکم، شرک فی الارادہ ہے۔

ذرا سنو! وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ جو علامات
خداوندی کی تعظیم کرے۔ تو یہ دلی تقوے سے ہے حبیب خدا کے شعر مبارک سے زیادہ
کونسے شعائر ہو سکتے ہیں وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى جس پتھر پر ابراہیم کھڑے
ہوتے تھے تم وہاں اپنی نماز گاہ بناؤ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ
سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ان کی (طالوت کی) بادشاہی کی
نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئیگا۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے
تسکین اور سکون ہے۔ اس میں موسیٰ و ہارون کے آثار کا بقیہ ہے فرشتے اس کو
اٹھا لاتے ہیں۔ اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایماندار ہو۔

سامری نے اسپ جبرئیلؑ کی خاکِ زیرِ قدم کو سونے کے گوسالے کے منہ میں ڈال دیا، تو وہ لگا آواز کرنے فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ میں نے جبرئیلؑ کے اثر یعنے خاکِ زیرِ قدم کو مٹھی بھر لیا۔ پھر (گوسالے کے منہ میں) ڈال دیا۔

جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں فراقِ یوسف علیہ السلام میں جاتی رہیں تو یوسفؑ نے حضرت ابراہیمؑ کا کرتہ، جو ان کے پاس تھا، روانہ کیا، کہ یعقوبؑ کی آنکھوں پر ڈالدیں۔ اور وہ بینا ہو بھی گئے اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا۔ تم میری قمیص لے کر جاؤ۔ اس کو میرے ابا کی آنکھوں پر ڈال دو۔ وہ بینا ہو جائیں گے۔

امام بخاری حدیث حدیبیہ میں عروہ بن الزبیر سے وہ عروہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا۔ اللہ کی قسم ہے۔ کہ (حضرتؐ) وضو نہیں کرتے مگر یہ کہ صحابہؓ آبِ وضو کے لئے دوڑتے ہیں۔ اور حضرت تھوکتے نہیں، یا ناک نہیں جھاڑتے، مگر یہ کہ صحابہؓ اپنے چہروں اور اجساد پر مل لیتے ہیں۔ ان کا ایک بال نہیں گرتا، مگر یہ کہ صحابہ اس کو جھپٹ لیتے ہیں۔

حضرتؐ نے پچھنے لگوائے۔ حجامت کروائی، تو عبد اللہ بن زبیر نے نکلا ہوا سارا خون پی لیا۔ تو ان میں بڑا زور پیدا ہو گیا۔ ایک صحابیہ نے حضرتؐ کا پیشاب پی لیا تو ان کا سول کا درد موقوف ہو گیا۔ یہ عاشقانِ رسولؐ کے کام ہیں۔ اے فرشتوں کے استاد بھائیو! مناقشہ فی الحساب تم سے ہوگا۔ ہم محمدؐ کے دیوانے

بفرمان اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ان کے دامن کے ساتھ ہوں گے۔ انشاء اللہ کل بتا دیں گے کہ توحید
استاذِ فرشتگاں نفع بخش ہوگی یا ہم وارفتگانِ محبت کے مجنونانہ افعال؟

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

اِھْدِ۔ ہدایت کر۔ اِھْدِنَا۔ ہم کو ہدایت کر۔ ھَدٰی۔ یَھْدِیْ۔ ھِدَایَۃً۔
صِرَاط۔ راستہ۔ اصل میں سراط بہ سین تھا۔ سَرِطَ نگل گیا ہے۔ گویا کہ راستہ راہ رو کو
نگل جاتا ہے جس طرح کہ لقم بھی راستے کو کہتے ہیں۔ گویا کہ وہ راہ رو کو لقمہ کر لیتا ہے
طا کے اطباق کی وجہ سے سین کو صاد سے بدلا جس میں بھی اطباق ہے۔
مُسْتَقِيْم۔ سیدھا۔ ہموار۔ سیدھا خط۔ تمام خطوط سے چھوٹا اور درمیانی ہوتا ہے
اس میں موڑ توڑ نہیں ہوتے۔ لہٰذا مستقیم راستہ جلد مقصد تک پہنچاتا ہے خطِ مستقیم
تو ایک ہی ہوتا ہے اور منحنی خطوط ہزاروں ہوتے ہیں۔ تمام خطوطِ مستقیم ایک دوسرے پر
منطبق ہوتے ہیں۔ لہٰذا تمام سراطِ مستقیم والے متحد اور ایک رہتے ہیں ان میں نہ جدال اور
نہ قتال۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ ہم کو سیدھی راہ چلا۔
ہدایت کے دو معنے ہیں (۱) اِرَاءَۃُ الطَّرِیْق۔ راستہ دکھلا دینا۔ پتے بتلا دینا
اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَم۔ یہ قرآن ایسا راستہ بتا دیتا ہے جو
سیدھا ہے (۲) اِیْصَالُ اِلَی الْمَطْلُوْب۔ مطلوب اور مقصود تک پہنچا دینا۔ اِنَّکَ
لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔ تم جس کو چاہو مقصد تک نہیں پہنچا سکتے۔

هُدٰی کے ساتھ اِلیٰ آتا ہے جیسے مَنْ یَھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ۔ جو حق کی طرف راہ نمائی کرے۔ لام بھی آتا ہے۔ جیسے قُلِ اللّٰہُ یَھْدِیْ لِلْحَقِّ۔ تم کہدو اللہ حق کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ کبھی کوئی بھی حرف جر نہیں ہوتا۔ نہ اِلیٰ۔ نہ لام جیسے یہاں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں ہے کہ نہ لام ہے نہ اِلیٰ ہے۔

ہدایت کے اصول و اجمالی اقسام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) افاضۂ قویٰ۔ قوتوں کا دینا۔ جن کے استعمال کی وجہ سے انسان ہدایت پاتا ہے۔ جیسے عقل۔ حواس ظاہری و باطنی۔

(۲) نصبِ دلائل۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے دلائل قائم کئے ہیں۔ جو حق و باطل میں۔ اور اصلاح و افساد میں تمیز کرے وَھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ہم نے اس کو دو نوں راستے بتا دئے۔

(۳) ارسالِ انبیاء و کتب پیغمبروں و کتب سماوی کا بھیجنا۔ وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّةً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ہم نے ان کو امام بنا دیا۔ کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ یہ قرآن خدا ترسوں کے لئے سراپا ہدایت ہے۔

(۴) کشف بعض کو رویائے صادقہ پڑتے ہیں بعض کو الہام ہوتا ہے انبیاء کو وحی ہوتی ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ و کوشش کرتے ہیں ہم خود ان کو اپنا راستہ دکھلا دیتے اپنی راہ پر لگا دیتے ہیں صِرَاطِ مُسْتَقِیْم سے مراد، ہر صحیح امر ہے جس پر وہ چلنا چاہتا ہے۔ افراط تفریط کمی زیادتی دونوں نامناسب ہیں۔ آزادی کا اعتقاد۔ دہریت انٹی گاڈ تک ہوتا ہے۔ وہ خدا کے

نام سے جلنے لگتا ہے وہ خدا کی قسم نہیں کھاتا۔ اپنی عزت کی قسم کھاتا ہے۔

تعظیمِ شخصیت کی انتہا، بت پرستی ہوتی ہے۔ وہ اپنے بزرگوں کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے کہ الوہیت ان میں حلول کر گئی ہے۔

درمیانی راستہ خدا کو خدا سمجھنا۔ اس کے محبوبوں سے محبت رکھنا ہے۔ ایک طرف خوارج ہیں۔ ایک طرف روافض۔ وسط میں راہِ سنّت ہے۔ نہ جبر ہے نہ قدر ہے بلکہ حق درمیان میں ہے یعنے انسان ارادے کے بعد سے صاحبِ قدرت ہے۔ خود ارادہ اور اس کے پہلے کے اسباب میں آدمی کے اختیار کو دخل نہیں۔

نظامِ عالم، پروگرام دنیا کے لحاظ سے آدمی کو اختیار نہیں۔ اور جزئی طور سے اختیار ہے علتِ تام کے لحاظ سے ہر شئے کا ہونا لازم ہے مگر علتِ ناقص کے لحاظ سے بندے کو گونہ قدرت ہے اختیار آنکھوں سے نظر آرہا ہے اور بے اختیاری قیاسِ عقلی ہے حاکمِ فوجداری کے پاس مجرم مختار ہے اور فلاسفر کے پاس کسی کو اختیار نہیں

ایک طرف تقلیدِ محض ہے تو ایک طرف آزادی۔ غیر مقلدی۔ درمیان میں اہلِ علم کا اجتہادِ مطلق۔ اجتہاد فی المذہب۔ اجتہاد فی المسئلہ۔ ترجیح کا سلسلہ ہے وقت بوقت تحقیق ہوتی ہے۔ حق کی اتباع کی جاتی ہے۔

اشتراکیت وناقص جمہوریت اور ملوکیت واستبداد کے درمیان اسلامی انتخاب اور خلافت ہے تہور یعنے چھوٹی چھوٹی بات پر لڑ پڑنے اور جبن یعنے بزدلی و نامردی کے درمیان شجاعت ومردانگی ہے حرص وجمود کے درمیان قناعت ہے

دہا۔ مگر۔ پولٹیکل۔ گرمنری اور بلاہت وکم فہمی کے درمیان علم ومعرفت اور ذکماو وسلامت ہے۔ اسراف وبخل کے درمیان سخاوت ہے ارجاء ووعید کے درمیان حق ہے۔ ارجاء کے معنے ہیں مسلمان کبھی دوزخ میں نہ جائے گا اور وعید کے معنے ہیں۔ گنہگار پر عذاب کا ہونا ضروری ہے اور درمیانی راہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول بھی فرماتا ہے شفاعت انبیاء، صالحین بھی منظور فرماتا ہے چاہے تو عذاب کرے چاہے تو معاف کرے۔ چاہے تو گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔

مسلمانوں کا ایمان خوف ورجا، امید وبیم کے درمیان رہتا ہے معلوم نہیں کہ تعلیم حکیم کیا کرتا ہے اچھا آدمی اعتدال پسند ہوتا ہے کسی ایک جانب نہیں جھک جاتا صراط مستقیم پر چلنا۔ افراط وتفریط سے احتراز کرنا لازم ہے۔ فرض ہے۔

راستے کے لئے عربی میں بہت لفظ ہیں، مگر یہاں صراط کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا، کہ اس امر پر اشارہ کیا جائے، کہ صراط مستقیم پر چلنے والا ہی صراط جہنم پر سے گزر جائیگا۔ جو اعتدال پر باقی نہیں رہا اس کو جہنم سے ڈرنا چاہیئے۔ ۹۸½ سے پارہ زیادہ چڑھ گیا تو بیماری ہے۔ اور اس سے اتر گیا تو بیماری ہے۔ ضرورت سے زیادہ جوش بھی مضر ہے اور ضرورت سے کم جوش بھی ہلاک ہے۔

مسلمان تو ہدایت پر ہی رہتا ہے وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کیوں کہتا ہے؟ اس کے معنے ہیں، ہم کو صراط مستقیم پر قائم دائم رکھ۔ نیز ہر چند کہ ایمان و عقیدہ درست ہے، مگر اعمال کی کشتیوں اور بلاہائے آسمانی پر صابر رہنے کی

توفیق عطا فرما۔ وساوس وشبہات وشکوک سے بچا۔ اور راہِ حق پر گام زنی عطا کر
ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی کرو۔

دیکھو! یہ ایک مختصر دُعا ہے۔ مگر کیسی جامع اور کُلی دعا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ

صِرَاطَ۔ راستہ۔ اَلَّذِیْنَ جو۔ ان کا جو۔ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ انعام کیا تو نے
ان پر صِرَاطَ الَّذِیْنَ، صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کا بدل ہے۔ گویا یوں ہے اِهْدِنَا
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔

نِعمت۔ وہ منفعت جو غیر پر بطور احسان کی گئی ہو پس اگر اپنے اغراض ومقاصد
کے پورا کرنے کے لئے کوئی منفعت دی جائے تو وہ اجرت تو ہوتی ہے مگر نعمت
نہیں ہوسکتی۔ اصل میں نعومت کے معنے نرمی کے ہیں یَدٌ نَاعِمَۃٌ نرم ہاتھ
پھر نعمت اس حالت کے معنی میں مستعمل ہوگی جس سے آدمی لذت حاصل کرسکتا ہے

نعمت کے اقسام ہیں:۔ ۱۔ دنیوی۔ ۲۔ اُخروی۔

دنیوی کے بھی اقسام ہیں:۔ وہبی وکسبی۔ وہبی کے اقسام ہیں روحانی جسمانی۔
روحانی جیسے جسم میں روح کا پھونکا جانا۔ عقل وہواس سے امداد دینا جسمانی جیسے
بدن اور قوائے بدن کا پیدا کرنا اور صحت وسلامتِ اعضاء کا باقی رکھنا۔
کسبی۔ جیسے تحلیۂ فضائل وتخلیۂ رذائل۔ اُخروی۔ معافی گناہ۔ دیدارِ الٰہی معیتِ انبیاء

و صدیقین وغیرہ۔

نعمت کی ایک اور تقسیم اس طرح ہے۔

(۱) وہ نعمت جو راست اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے خلق یعنے پیدا کرنا۔

(۲) نعمت تو خدا کی دی ہوئی ہے مگر پہنچی کسی آدمی کے ذریعے جیسے ماں باپ استاد بادشاہ۔ کہ ان کی نعمت ہرگز ہم تک نہ پہنچتی اگر اللہ نہ چاہتا۔

(۳) وہ انعامات جو ہماری اطاعت کی وجہ سے پہنچے ایسے انعامات بھی حقیقتہً اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ اعضاء۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ اسی کے دئیے ہوئے ہیں توفیق اسی کی دی ہوئی ہے۔ بہر حال تمام انعامات کا مرجع و اصل، اللہ تعالیٰ ہی ہے وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ تمہارے پاس جو کچھ نعمت ہے، وہ اللہ ہی کے پاس سے ہے سب سے بڑی نعمت نعمتِ ایمان ہے۔ سب اس کے فروع ہیں اور وہ اصل اصول ہے الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کون حضرات ہیں أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ رہیں گے، جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے وہ کون ہیں انبیاء۔ صدیقین۔ شہدا اور صالحین۔ اور یہ لوگ کیا بہتر رفیق ہیں۔ تو عبارت یوں ہوئی۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ الخ۔ حضرت خَاتَمَ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ کی اتباع اور اس کی طرف ہدایت تو مقصود ہوئی ہی حضرت ابو بکر جو صدیق اکبر ہیں۔ ان کی اتباع بھی مقصود ہوئی۔ اس طرح ان کی خلافت

بھی ثابت ہوگئی۔ اور حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ شہید ہیں۔ صدیق بھی ہیں۔ لہٰذا کی
اتباع بھی ضروری ہوگئی۔ اور خلافت ثابت۔ یہ بات واضح رہے کہ صدیقیت و
شہادت زمانۂ نبوت کے بعد بھی رہتی ہے۔ لہٰذا حضرت امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی
و احمد بن حنبل کی اتباع نیز حضرت سیدی محی الدین عبد القادر الجیلانی و معین الدین
حسن الچشتی و احمد کبیر الرفاعی و بہاؤ الدین محمد البخاری وغیرہ حضرات رضوان اللہ علیہم کی
اتباع بھی مطلوب ہے۔ اسی طرح انسان اپنے پیر و مرشد کو کم سے کم صالحین میں سے
جانکر مرید ہوتا ہے لہٰذا اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ سے وہ بھی مقصود ہوتا ہے۔

یہ ایک طبعی بات ہے کہ نادان دانا سے، جاہل عالم سے پوچھتا، اور اس کہے کہے پر
اعتماد کرتا ہے اور حکم بھی یہی ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ اہل علم سے
سوال کرو۔ اگر تم کو معلوم نہ ہو۔ دیکھو اِسْئَلُوْا امر ہے، جو وجوب پر دلالت کرتا ہے حضرت
فرماتے ہیں اَلَا سَئَلُوْا اِذَا لَمْ يَعْلَمُوْا فَاِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ کیوں نہیں سوال
کیا جب جانتے نہ تھے۔ عاجز و ناواقف کا علاج سوال ہی ہے۔ دیکھو! ساری دنیا
میں یہی ہوتا ہے۔ ماہر فن پر اعتماد کرتے ہیں جب تک خود کو مہارت نہ ہو۔ دوسرے کی
تقلید کرتے ہیں مشکلات پیش آتے ہیں اور خود کو عاجز پاتے ہیں تو مجبوراً تقلید ہی کرنا
پڑتا ہے۔ بے علمی پھر خود مختاری تباہی کا موجب ہوتی ہے۔ دیکھو! حساب معمولی فن ہے
مگر ایک زمانہ تک کسی استاد کے زیر تعلیم رہتے ہیں اور وہ جوابات کی غلطی بتلاتا رہتا ہے
تو کہیں صحیح جواب لکھنا نصیب ہوتا ہے ضروری و موقوف علیہ علوم تو کچھ بھی نہیں اور آزادی

ذاتی رائے کا ادعا اچھے آدمی کا کام نہیں۔ عربی کی چار سطریں صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ اور بن گئے اہل حدیث کسی ناقص نے کہدیا حدیث میں اس طرح آیا ہے بس اس پر اعتماد کرلیا۔ نہ تحقیق نہ تدقیق۔ آخر تقلید کس ہوّے کا نام ہے دوسرے پر اعتماد کرنا ہی تو تقلید ہے۔

بہر حال مجتہد کے لئے ادب۔ نحو، صرف، قرآن و تفسیر و حدیث و فقہ حدیث کیلئے اسماء رجال۔ سیرت نبوی تاریخ۔ اصول حدیث۔ فقہ کیلئے اصول فقہ محاورات و عادات و عرف زمانہ۔ اسرار و حکم دین سے واقف ہونا ضرور ہوتا ہے ایک آدھ حدیث کی مترجم کتاب دیکھی۔ نہ راویوں کے حال سے واقف۔ نہ ناسخ و منسوخ معلوم۔ نہ دیگر احادیث سے واقفیت۔ نہ کسی قسم کی تطبیق و استنباط کی قوت حاصل۔ اور لگے خود کو مجتہد سمجھنے۔ خدا کو جواب دینا ہے فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ پر عمل کرکے ٹھنڈے دل بیٹھے رہنا موجب امن ہے۔

اب رہ گئی تلفیق یعنے بلا تحقیق ایک بات ایک امام کی لے لی اور دوسری بات دوسرے امام کی۔ ایسے شخص کا کام باتفاق تمام ائمہ باطل ہے یعنے اس کا بطلان اجماع مخالف سے ہے کیونکہ یہ کسی کے اصول کے موافق نہیں۔ اسکی مثال ایسے شخص کی ہے، جو ایک دوا ڈاکٹر کی، ایک دوا ہومیوپیتھی کی، ایک دوا طب یونانی کی، ایک دوا ویدک کی ملا کر کھاتا ہے ظاہر ہے کہ ان ادویہ کا مرکب ڈاکٹر کے پاس درست ہے نہ طبیب کے پاس۔ ہر شخص کا ایک طریق علاج ہے اور یہ مرکب سب کے اصول کے خلاف ہے۔

ذاتی رائے کا ادعا اچھے آدمی کا کام نہیں۔ عربی کی چار سطریں صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ اور بن گئے اہل حدیث۔ کسی ناقص نے کہدیا حدیث میں اس طرح آیا ہے۔ بس اس پر اعتماد کرلیا۔ نہ تحقیق نہ تدقیق۔ آخر تقلید کس ہوّے کا نام ہے دوسرے پر اعتماد کرنا ہی تو تقلید ہے۔

بہرحال مجتہد کے لئے ادب۔ نحو، صرف، قرآن و تفسیر و حدیث و فقہ حدیث کیلئے اسماء رجال۔ سیرت نبوی۔ تاریخ۔ اصول حدیث۔ فقہ کیلئے اصول فقہ محاورات و عادات و عرف زمانہ۔ اسرار و حکم دین سے واقف ہونا ضرور ہوتا ہے ایک آدھ حدیث کی مترجم کتاب دیکھی۔ نہ راویوں کے حال سے واقف۔ نہ ناسخ و منسوخ معلوم۔ نہ دیگر احادیث سے واقفیت۔ نہ کسی قسم کی تطبیق و استنباط کی قوت حاصل۔ اور لگے خود کو مجتہد سمجھنے۔ خدا کو جواب دینا ہے فَاسْئَلُوا اَھْلَ الذِّکْرِ پر عمل کرکے ٹھنڈے دل بیٹھے رہنا موجب امن ہے۔

اب رہ گئی تلفیق یعنے بلا تحقیق ایک بات ایک امام کی لے لی اور دوسری بات دوسرے امام کی۔ ایسے شخص کا کام باتفاق تمام ائمہ باطل ہے۔ یعنے اس کا بطلان اجماع مخالف سے ہے کیونکہ یہ کسی کے اصول کے موافق نہیں۔ اسکی مثال ایسے شخص کی ہے، جو ایک دوا ڈاکٹر کی، ایک دوا ہومیوپیتھی کی، ایک دوا طب یونانی کی، ایک دوا ویدک کی ملا کر کھاتا ہے ظاہر ہے کہ ان ادویہ کا مرکب ڈاکٹر کے پاس درست ہے نہ طبیب کے پاس۔ ہر شخص کا ایک طریق علاج ہے اور یہ مرکب سب کے اصول کے خلاف ہے۔

غَضَب۔ خونِ دل کا بغرضِ انتقام وضرر رسانی جوش کرنا۔ خونِ دل کا جوش کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ناجائز ہے جو غضب کا ابتدائی حال ہے لہذا ضرر رسانی و سزا دہی مراد ہے جو غضب کا انتہائی حال ہے۔

تمام اعراضِ نفسانی، صفاتِ رُوحانی جیسے رحمت۔ فرح۔ سرور۔ غضب۔ حیا۔ غیرت۔ مکر۔ خداع۔ تکبر۔ استہزاء۔ ان کے ابتدا اور اوائل بھی ہیں اور انتہا اور غایات بھی ہیں۔ ایسے کلمات اللہ تعالیٰ کے لئے جب استعمال کئے جاتے ہیں، تو ان کے غایات و انجام مراد ہوتے ہیں مثلاً غضب سے مراد سزا دہی۔ عذاب کرنا۔ حیا سے مراد ترکِ فعل وغیرہ۔

ضَلَّ یَضِلُّ ضَلَالًا فَھُوَ ضَآلٌّ گمراہ ہونا۔

مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ اور ضَآلِّیْنَ سے کون مراد ہیں؟ مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ سے عاصی و گنہگار مراد ہیں اور ضالین سے بدعقیدہ ناواقف لوگ مقصود ہیں جس کی قوتِ عاقلہ و علمی مختل ہو، وہ ضال ہے اور جس کی قوتِ عاملہ فاسد ہو، وہ فاسق و بدکار ہے اور مغضوب ہے۔ قاتل کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ اور اللہ نے اس پر غضب فرمایا۔ ضال و گمراہ کے متعلق فرماتا ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ حق کے بعد سوا ضلال و گمراہی کے اور کیا ہے نیز مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ سے مراد یہود ہیں۔ ان کے متعلق فرماتا ہے مَنْ لَّعَنَہُ اللّٰہُ وَغَضِبَ عَلَیْہِ جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب کیا۔ اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں ان کے متعلق فرماتا ہے قَدْ ضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا۔ یہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسرے بہت سوں کو گمراہ کیا اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے ساتھ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ

اس لئے لگایا گیا۔ کہ امید وبیم، خوف ورجا کے پلّے برابر رہیں۔ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَا ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

پہلے نیک عمل و نیک عقیدے کا ذکر ہے۔ پھر نیک عقیدے و بدعمل کا۔ پھر بدعقیدے کا ذکر ہے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ترکیب میں کیا ہے؟ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی صفت ہے غیر کا لفظ تو ایسا مُبہم ہے کہ معرفہ کی طرف مضاف ہوکر بھی معرفہ نہیں ہوتا نہیں۔ دو نقیضوں کے درمیاں ہو تو مفید تعریف ہوتا ہے۔ جیسے اَلْحَرْکَۃُ غَیْرُ السُّکُوْنِ۔ نیز کبھی لامِ عہد ذہنی سے کوئی معین شئے مراد نہیں ہوتی وہ حکم میں نکرہ کے رہتا ہے۔ اسی طرح اَلَّذِیْ اسم موصول کا بھی حال ہے کہ کبھی اس سے غیر معین افراد مراد ہوتے ہیں۔ یعنے عہد ذہنی کے لئے ہوتا ہے اور اس سے معین افراد مراد نہیں ہوتے۔ عَلَیْهِمْ الْمَغْضُوْبِ کے نائب فاعل کا قائم مقام ہے۔

صاحبو! اپنی صورت شکل۔ اخلاق وعادات۔ طرز زندگی پر غور کرو۔ کہ اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کی پیروی میں ہے یا مَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ اور ضَآلِّیْنَ کی اتباع میں۔ تم اللہ کا نام بھی لیتے ہو تو، او مائی گاڈ، کہتے ہو تم تو سید سلطان کی جگہ۔ ایس سلیٹن۔ اور غلام محمد کی جائے، جی۔ یم کہتے ہو۔ چند روز پہلے نام کے تو مسلمان تھے اب نام کے مسلمان بھی کم ہوتے جارہے ہیں ؎

خدا کو تمہاری غرض کیا پڑی ہے جو تم کو خدا ہی سے بیزاریاں ہیں

علماء کے بچے۔ مشائخ کی اولاد، نہ قرآن سے واقف، نہ حدیث ہی پڑھے ہوئے

صحیح قرآن تک پڑھنا نہیں آتا۔ بی، اے ۔ ایم، اے ۔ بے وقوف احمق مجنون احمق بن گئے۔ پھر تباہی و بربادی کیوں نہ آئیگی۔

دین کی حفاظت اور اس کی حمایت کون کرے گا۔ افسوس مسلمانوں کے کیا کمزور اخلاق ہو گئے ہیں۔ نہ مذہب کی حمیت، نہ قوم کا امتیاز۔ نہ روایات قومی کی حفاظت۔ دیکھو! تم جن کی تقلید کرتے ہو، وہ اپنی قومیت کی کیسی حمایت کرتے ہیں۔ دوسری قوم میں جذب ہو جانے کے لئے کبھی راضی نہیں۔ جان دے دینگے مگر اپنی قوم کی عزت ہاتھ سے نہ دیں گے۔ ایسے کمزور کیرکٹر کے اشخاص کی ترقی سے مسلمانوں کو کیا فائدہ۔ ایسے بے حمیت افراد اپنی قوم سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں۔ انڈین کہنے سے شرماتے ہیں۔ قوم کی تحقیر دل میں رکھتے ہیں۔ نہ قوم کے لئے ایثار۔ نہ قوم کے لئے قربانی۔ شخصی فوائد ہی پیش نظر۔ دشمنوں کے جاسوس یہی لوگ ہوتے ہیں دشمنوں سے زیادہ قوم کو، ان سے نقصان پہنچتا ہے۔ ان کا وجود ان کے عدم سے بہتر نہیں۔ یہ زمانہ امیٹیشن کا ہے۔ سونا، چاندی، امیٹیشن، الماس، یاقوت امیٹیشن موتی امیٹیشن، ریشمی کپڑا امیٹیشن، دودھ گھی امیٹیشن، شربت امیٹیشن۔ اس امیٹیشن کے زمانے میں مسلمان امیٹیشن ہوں تو تعجب کی کیا بات ہے۔ خدا محفوظ رکھے اس امیٹیشن کے زمانے سے ؎

جب سے دلِ زندہ تو نے ہم کو چھوڑا ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

ایک اور مسئلہ نے آج کل بڑی اہمیت پیدا کر لی ہے۔ جو اسلامی اخلاق و عادات

و امتیازات کو نیست و نابود کر رہا ہے اور انسان کو بہیمیت کے درجے سے بھی گرا رہا ہے وہ مسئلہ پردہ کا ہے اس مسئلے میں لوگ مختلف الخیال اور مختلف العمل ہیں بعض قدیم اصول کے پابند لوگ پردے کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں بعض لوگوں کے پیش نظر یورپ کا تمدن ہے اور وہ اس کے نتائج کو بخوشی قبول کرنے کے لئے تیار ہیں اور بعض لوگ یورپ کے تمدن کے دلدادہ ہیں مگر نتائج سے بچنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ انکی ہوس کاری ہے جب کوئی حقیقت آتی ہے تو اپنے لوازم کے ساتھ آتی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ملزوم آجائے اور لازم نہ آئے۔

ہم اول مذہب سے پردے کو ثابت کریں گے۔ پھر دنیا کے واقعات و حالات سے جو تجربے حاصل ہوئے ہیں اس کو بیان کرینگے۔ اور بے پردگی کی تحریکات اور نتائج کو ظاہر و بے پردہ کرینگے۔

اسلام کے اہم اصول میں سے شرم و حیا، عصمت اور پردہ ہے اصولِ اسلام میں سے مقدمہ واجب کا واجب اور مقدمہ حرام کا حرام ہے۔ اسلام میں زنا اور اولاد کشی بدترین گناہ اور قتلِ نفس میں داخل ہیں۔ اصولِ اسلام میں سے مرد کا کمانا اور بیوی بچوں کو پالنا ہے۔ عورت حفظِ نسل اور تربیت اولاد کے لئے ہے اسلام میں مرد عورت کو شریک زندگی، اپنی عزت و آبرو سمجھتا ہے عورت کی جان و آبرو کی حفاظت کے لئے جو مرد اپنی جان و مال سے دریغ کرے وہ نہایت کمینہ اور رذیل تر آدمی سمجھا جاتا ہے۔

وَقَرْنَ فِی بُیُوتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی۔ اور بہتر ہے

گھروں میں بیٹھیں اور قدیم جاہلیت کے مطابق ناز و ادا کے ساتھ باہر نہ نکلیں۔ ج ۲۲

آیت ۲۶۔ سورۂ احزاب۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اور جب ان سے

کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ ج ۲۳۔ آیت ۵۴۔ سورۂ احزاب۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ

یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ

اے نبی تم اپنی بیویوں کو بیٹیوں کو اور ایمانداروں کی بیویوں کو کہو کہ (سر سے پاؤں

تک اپنی چادروں سے) اپنے آپ کو چھپالیں۔ یہ کمتر درجہ ہے کہ لوگوں کو معلوم

ہو کہ یہ گھرستی بیویاں ہیں۔ اور بدمعاش ان کو ٹوک کر ایذا نہ دیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا سے پوچھا

بیٹی! عورت کے لئے کیا بہتر ہے۔ عرض کیا۔ وہ کسی غیر مرد کو نہ دیکھے نہ اس کو غیر مرد

دیکھے۔ آپ نے فرمایا کیوں نہ ہو فاطمہ میری جگر گوشہ ہے۔

اب اس پر غور کرنا ہے کہ بے پردگی کا فتنہ پیدا کیونکر ہوا؟ اور آیا کہاں سے؟

اور اس کے نتائج و لوازم کیا ہوے؟ غیر ضروری بلکہ مضر تعلیم۔ عورتوں کا کمانے

کے لئے نکلنا۔ بے پردہ کفار عورتوں کا مسلمان گھروں میں آنا۔ ان کی صحبت بد۔

فحش ناول۔ کام شاستر۔ دیگر ادب لطیف جو حقیقتہً ادب خبیث ہے۔ ناٹکوں اور

ٹاکیز میں جانا۔ جس میں فحش بلکہ افحش ڈرامے دکھائے جاتے ہیں۔ نیم برہنہ لباس اداکاری کی تعلیم۔ جھوٹی اخلاقی جرأت۔ شریف گھرانوں کے لڑکے اور لڑکیوں کا ڈرامہ کرنا۔ لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم۔ ان سب کے نتائج کیا ہوئے؟ زن وشوہر میں محبت کا نہ رہنا۔ ضبطِ تولید۔ ناخواندہ مہمانوں کا بدر کرنا۔ ان کو ہلاک کرنا۔ شادی سے کراہت اور اس سے اجتناب کرنا۔ امراضِ متعدی کا عام ہونا۔ جنسِ لطیف تو ایک طرف خود ہم جنسوں سے کمال اتحاد پیدا کرنا۔ یہ تمام حالات وہ ہیں جن سے قوم تباہ و برباد ہوتی ہے، اسلام کا اسم رہ جاتا ہے اور خصوصیات فنا ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں عورتوں سے زیادہ قابلِ الزام بے حیا باپ، اور بے غیرت شوہر ہیں۔ مجھے تفصیلات میں پڑنے سے شرم آتی ہے۔ ماہنامہ ترجمان القرآن کا جز "پردہ" اجتماعی اور شرعی نقطۂ نظر سے، ملاحظہ فرمائیں۔ ان کے منقولات میں سے ایک فقرہ جو میں لکھ سکتا ہوں جرمن سوشل پارٹی کا لیڈر بے بل کہتا ہے "عورت اور مرد آخر حیوان ہی تو ہیں۔ کیا حیوانات کے جوڑوں میں نکاح، وہ بھی دائمی نکاح کا کوئی سوال پیدا ہو سکتا ہے؟"

جزی اللہ عنی السید ابا الاعلی المودودی خیراً۔

سِلکشن ہے نوشاہ کا سینما میں	ہوئی دور شادی کی دشواریاں ہیں
نہ شوفر سے پردہ، نہ بٹلر سے پردہ	تو آپا کی بھی ناز برداریاں ہیں

اگر آپ کے باغ کا پھول سونگھیں | بُرا کیا ہے، یہ تو رواداریاں ہیں
ادھر تم بھی خوش ہو ادھر ہم بھی خوش ہیں | یہ آزادی ہیں کیا، مزیداریاں ہیں
مراک اپنی ماں کا ہے بیٹا یقیناً | اب آگے خدا ہی کی ستاریاں ہیں
کٹیں چوٹیاں سب کی فیشن کے ہاتھوں | بس اب ناک کٹنے کی تیاریاں ہیں
بھلا ہیر لینوں میں کیونکر چھپینگی | جو چہروں سے ظاہر سیہ کاریاں ہیں
ڈرامہ میں جب کام کرتے ہیں لڑکے | تو کیا کیا، زنانہ اداکاریاں ہیں
حیا سوز ہیں سینما کے تماشے | تو قہر خدا کی شرر باریاں ہیں

معاذ الله معاذ الله حضرت صدیقی یہ کیا جہل ہے کیا غلط کاریاں ہیں

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْهَا نَحْیٰی وَعَلَیْهَا نَمُوْتُ وَعَلَیْهَا نُبْعَثُ اِنْشَاءَ اللّٰہ

تمت بالخیر

ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

(۹) التعلیم الطبعی (بزبان عربی) یہ رسالہ واقعی کا عیقیہ یا تعلیم طبعی کے اصول پر مبنی ہے اس کی مدد سے
کمسن بچہ بھی بہت جلد عربی بولنے لگتا ہے ... ... قیمت - ۲ار

(۱۰) تاریخ فقہ - عمر خیام کی کتاب فقہ کے ترجمہ کا خلاصہ ... ... زیر طبع

(۱۱) مفتاح التجوید تجوید کا بہترین مختصر اور عام فہم رسالہ جس کے پڑھنے سے ہر شخص قرآن صحیح
طور پر پڑھ سکتا ہے ... ... قیمت - ار

(۱۲) مفید اللغات (عربی) مختصر لغات جس میں جدید اصطلاحات عربی شامل ہیں قیمت - ۴ر

(۱۳) اعجاز القرآن - وجوہ اعجاز القرآن و تفسیر سورہ کوثر پر مولانا کا جامعہ عثمانیہ کی طرف سے مقالہ خطبہ - ۲ر

(۱۴) مراۃ الحقائق عرف تحفہ فقیر (بزبان اردو) تصوف مذہب کا خلاصہ دلکش نظم میں قیمت - ۲ر

(۱۵) اربعین (بزبان عربی) حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم بروایت مولانا ممدوح - قیمت ۱۰ر

(۱۶) تحفہ اطفال (بزبان اردو) بچوں کے لیے مذہبی اخلاقی نظم ... ... قیمت ار

(۱۷) دور حاضر اس مؤثر اور دلچسپ نظم میں مولانا نے موجودہ حالات کا بہترین مرقع پیش کیا ہے
جس میں تعلیم اسلامی کا خارجی اثرات سے متاثر ہونا اور نتیجہ مادہ مسلمانوں کا اسلامی تہذیب سے بیزار ہونا ظاہر کیا گیا ہے

(۱۸) گلدستہ اطفال سلیس اور شستہ زبان میں مولانا نے کمسن بچوں کے لیے اسلامی اصول اور عقائد
کے بنیادی امور کو نظم کیا ہے ... ... قیمت - ار

(۱۹) سورۃ اخلاص و دیگر سورتوں کی تفسیر بھی زیر طبع ہے جو لائق دید ہے معارف صمدیہ زیر طبع

(ملنے کا پتہ)

مہتمم دار الاشاعت صمدیہ تقیہ مدینہ منزل پاٹک چھتہ کالاڈیرہ حیدرآباد دکن